Courtesy www.pdfbooksfree.pk

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

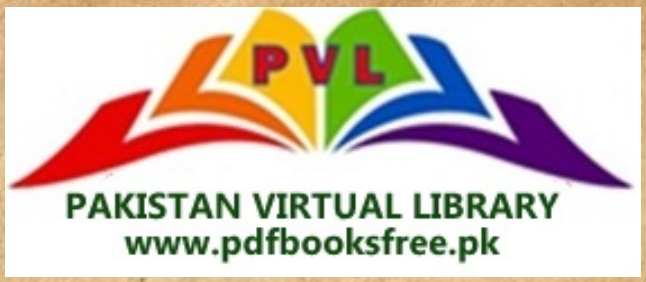

4969

ناگ، ماریا اور عنبر کی واپسی

کے پانچ ہزار سالہ سفر کی سنسنی خیز داستان

موت کا دریا

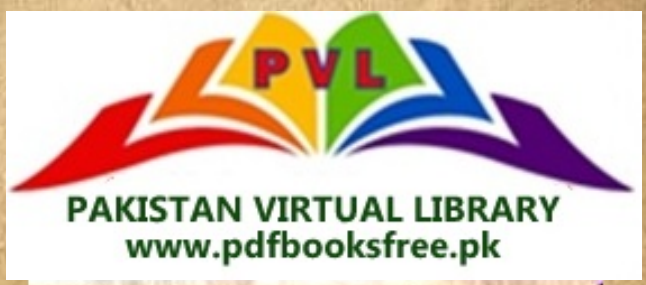

اے۔ حمید

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

پیارے دوستو!

عنبر جب مکار چچا کے ساتھ خزانے کے تہہ خانے میں پہنچا، تو خزانے کے سانپ نے چچا پر حملہ کر دیا۔ وہ ہلاک ہو کر خزانے کے اوپر آن گرا عنبر اُسے اٹھانے کو جھکا ہی تھا کہ ایک زبردست گڑگڑاہٹ کے ساتھ تہہ خانے کا فرش زمین کے اندر ہی اندر اترتا چلا گیا۔ خزانہ اور چچا کی لاش اُوپر ہی رہی مگر عنبر زمین کے اندر دھنس گیا تھا۔ عنبر کے چاروں طرف تاریکی ہی تاریکی تھی۔ اس نے محسوس کیا کہ وہ ایک اندھیری سُرنگ میں ہے جہاں اس کے پاؤں کیچڑ میں الجھ رہے ہیں۔ اس نے آگے بڑھنا شروع کیا۔ پھر وہ گھٹنوں گھٹنوں تک پانی میں آ گیا۔ یہ پانی اس کی گردن تک پہنچ گیا۔ عنبر زمین کے نیچے بہنے والے ایک دریا کی سُرنگ میں بہتا چلا جا رہا تھا۔ پھر پانی اس کے سر کے اوپر سے گذر کر سُرنگ کی چھت سے مل گیا۔ عنبر زمین دوز دریا میں ڈوبا آگے بڑھنے لگا۔ اس کے بعد کیا ہوا؟

یہ آپ خود ہی پڑھ لیں گے۔

قیمت پانچ روپے

قیمت پانچ روپے

جملہ حقوق بحق پبلشرز محفوظ ہیں
بار اول : نومبر ۱۹۸۰ء
تعداد : دو ہزار

ناشر: مکتبہ اشتراہ ۱۲۰ بی شاہ عالم مارکیٹ لاہور
طابع: الجدہ پرنٹرز لاہور

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

ترتیب

* غسل خانے میں بھوت
* موت کا دریا
* پُراسرار عورت کا سایہ
* خوفی کپستان کِڈ
* عمارہ

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

غسل خانے میں بھوت

یہ پُھنکار خزانے کے سانپ کی تھی۔

مکّار چچا نے پیچھے مڑ کر دیکھا ہی تھا کہ سانپ نے اچھل کر اس کی گردن پر ڈسا اور خزانے کے گڑھے میں اُتر کر غائب ہو گیا۔ یہ سب کچھ اتنی جلدی ہو گیا کہ عنبر بھی کچھ نہ کر سکا۔ مکّار چچا کے حلق سے موت کی چیخ بلند ہوئی اور وہ لرزتا کانپتا خزانے کے صندوق کے اوپر جواہرات پر گرا اور پھر نہ اٹھ سکا۔ عنبر تہہ خانے سے نکلنے کے لئے باہر کی طرف چلا ہی تھا کہ ایک گونج زمین کے اندر سے سنائی دی۔ شاید بھیانک زلزلہ آنے والا تھا۔ عنبر تہہ خانے کی سیڑھیاں چڑھنے لگا۔ ابھی وہ دوسری سیڑھی پر ہی تھا کہ ایسا دھماکہ ہوا جیسے کئی بم ایک ساتھ پھٹ گئے ہوں۔

پتھر کا زینہ عنبر کو ساتھ لے کر زمین کے اندر دھنستا چلا گیا۔ زمین وہاں سے پھٹ گئی تھی۔ اور عنبر کو اپنے اندر سما کر اوپر سے پھر مل گئی۔ یہ ایک خوفناک حادثہ تھا۔ خزانے کا صندوق کھلا پڑا تھا۔ جواہرات بکھرے پڑے تھے اور اُن پر مکّار چچا کی لاش

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پڑی تھی۔ زمین پھٹ کر عنبر کو اپنے اندر سمانے کے بعد اوپر سے پھر ہموار ہو گئی تھی۔ ماریا اور ناگ کو بالکل خبر نہ تھی کہ عنبر کے ساتھ کس قدر ہولناک حادثہ گذر چکا ہے۔ وہ ہوٹل سیوائے میں اس کا انتظار کر رہے تھے۔

جب کافی وقت گذر گیا اور عنبر نہ آیا تو ماریا نے ناگ سے کہا کہ چل کر عنبر کی خبر لینی چاہیئے۔ کہیں وہ کسی مصیبت میں نہ پھنس گیا ہو۔ ناگ کو خزانے کے تہہ خانے کا پتہ تھا وہ ماریا کو ساتھ لے کر صبح کے دھندلکے میں دریائے ٹیمز کے پرانے پل کے نیچے آ گیا۔ یہاں محراب کے پتھروں میں شگاف پڑا تھا۔ دونوں اس کے اندر چلے گئے۔ آگے سُرنگ سے ہوتے ہوئے آخر وہ تہہ خانے میں پہنچ گئے۔ وہاں خزانہ کھُلا ہوا تھا اور مکّار چچا کی لاش نیلی ہو کر جگہ جگہ سے پھٹ گئی تھی۔

ناگ نے لاش کو دیکھتے ہی کہا۔

"اسے سانپ نے کاٹا ہے"

ماریا بولی۔ "مگر سوال یہ ہے کہ عنبر کہاں ہے؟"

"یہی تو مجھے فکر لگی ہے"

تہہ خانے کی پتھریلی زمین سے کچھ پتہ نہ چلتا تھا کہ اس کے اندر عنبر دھنس چکا ہے۔ ناگ بولا۔

"میرا خیال ہے عنبر کسی ضروری کام کے لئے کسی جگہ چلا گیا ہے۔ وگرنہ وہ یہاں ضرور ہوتا"

"پھر اب کیا کریں؟" ماریا نے پوچھا۔

ناگ کہنے لگا۔ "میرا خیال ہے کہ یہ خزانہ دونوں بہن بھائیوں کے حوالے کر دینا چاہیئے۔ کیونکہ یہ ان کا حق ہے اور وہی اس کے جائز وارث ہیں"

"چلو پھر۔ انہیں چل کر خبر کرتے ہیں"

اسی وقت ماریا اور ناگ پرانے قلعے میں پہنچے۔ دونوں بہن بھائیوں کو ساتھ لے کر انہیں مکّار چچا کی لاش دکھائی۔ خزانہ ان کے حوالے کیا اور اجازت لے کر جانے لگے، تو ہنری نے پوچھا۔

"انکل ـــــ عنبر کہاں ہیں؟"

ناگ نے کہا۔ "ہم اسی کی تلاش میں جا رہے ہیں"

دوسرے دن ناگ اور ماریا اس سڑک پر آ کر کھڑے ہو گئے جہاں سے گھوڑا گاڑیاں فرانس کے ساحل کی طرف جاتی تھیں ان کا خیال تھا کہ عنبر اب لندن میں نہیں ہے اور وہ فرانس پہنچنے کی کوشش کرے گا۔ کیونکہ اس کے بعد ان کی اگلی منزل فرانس ہی تھی۔ دو دن انہوں نے عنبر کی تلاش لندن شہر کا کونہ کونہ چھان مارا تھا۔ انہیں وہ کہیں نہیں ملا تھا۔ اب وہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اس یقین کے ساتھ فرانس کی طرف جا رہے تھے کہ وہاں عنبر سے ضرور ملاقات ہو جائے گی۔

دُور سے ایک گھوڑا گاڑی آتی دکھائی دی۔ ماریا ناگ کے قریب ہی کھڑی تھی۔ اس نے ماریا سے کہا۔

"یہ میں صرف تمہاری خاطر اس گھوڑا گاڑی میں سفر کر رہا ہوں نہیں تو میں تو اڑ کر بھی فرانس پہنچ سکتا ہوں۔"

ماریا نے کہا۔ "میں جانتی ہوں ناگ بھائی کہ تم چڑیا طوطا بن کر بھی اڑ سکتے ہو۔ لیکن میرے ساتھ رہو گے تو میرا دل لگا رہے گا اور پھر ہمیں ابھی یہ بھی تو معلوم نہیں کہ ہمیں فرانس کس جگہ پہنچنا ہے۔"

ناگ نے کہا۔ "پیرس شہر کے کسی ہوٹل میں جا کر ٹھہریں گے۔"

"تمہارے پاس رقم ہے؟"

"ہاں۔ خزانے میں سے میں نے ایک ہیرا اٹھا کر اپنے پاس رکھ لیا تھا۔ نہ بھی ہوتا تو میں پیرس میں کسی سانپ سے منگوا سکتا تھا۔"

وہ باتیں کر رہے تھے کہ اتنے میں چار طاقت ور گھوڑوں والی بگھی اُن کے پاس آ کر کھڑی ہو گئی۔ بگھی میں پہلے ہی سے چار پانچ سواریاں ٹھنی ہوئی تھیں۔ ناگ بھی اندر گھس کر ایک طرف ہو کر بیٹھ گیا۔ ماریا غائب ہونے کی وجہ سے بڑے مزے میں تھی۔ وہ اوپر والی سیٹ پر کوچوان کے ساتھ ہی بیٹھ گئی۔ اور کوچوان کو خبر تک نہ ہوئی۔ گھوڑا گاڑی اپنی منزل کی طرف روانہ ہو گئی۔

دن بھر کے سفر کے بعد شام کو یہ لوگ ساحل سمندر کے ایک قصبے میں پہنچ گئے۔ یہاں ایک چھوٹے سے بحری جہاز میں انہوں نے سمندر عبور کیا اور فرانس کے ساحل پر جا پہنچے رات انہوں نے ایک سرائے میں بسر کی۔ دوسرے روز پھر ایک گھوڑا گاڑی پکڑ لی اور سارا دن سفر کرنے کے بعد شام کو پیرس پہنچ گئے۔

یہ آج سے سو برس پہلے کا پیرس تھا۔ گنجان، پُرسکون اور پرانا پیرس —— دریائے سین کے پل پر ویرانی چھائی تھی کیونکہ پیرس میں سخت سردی تھی۔ ناگ نے ماریا کو ساتھ لیا اور ایک ہوٹل میں آ گیا۔ اس کے پاس جو تھوڑی بہت رقم تھی وہ راستے میں خرچ ہو گئی تھی۔ اب اس کی جیب میں صرف خزانے کا قیمتی ہیرا ہی تھا۔ ہوٹل پرانی طرز کا تھا اور چکر دار لکڑی کا زینہ اوپر کمروں کو جاتا تھا۔ زینے کے نیچے کلرک رجسٹر اور قلم دوات رکھے بیٹھا تھا۔ ناگ نے اپنا فرضی نام رجسٹر میں درج کرایا اور چابی لے کر اپنے کمرے میں آ گیا۔ ماریا بھی اس کے ساتھ ہی تھی۔ کمرہ زیادہ بڑا نہیں تھا۔ ایک بستر دیوار کے ساتھ لگا تھا صوفہ سیٹ تھا اور ایک گول میز پر پانی سے بھرا چینی کا جگ رکھا تھا۔ ماریا کہنے لگی۔

"میں صوفے پر سو جایا کروں گی۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ناگ بولا "ایسا نہیں ہو سکتا۔ یہ بستر تمہارے لئے ہے صوفے پر میں سوؤں گا۔ اور پھر میں تو باہر جنگل میں چڑیا بن کر بھی رات بسر کر سکتا ہوں"

ماریا ہنس دی۔ "جیسے تمہاری مرضی میری ننھی چڑیا"

انہوں نے رات کا کھانا کمرے ہی میں منگوا کر کھایا اور عنبر کے بارے میں باتیں کرنے لگے کہ اُسے پیرس میں کہاں تلاش کیا جانا چاہیے؟ ماریا کا خیال تھا کہ عنبر پیرس کے پرانے قلعے بسٹائیل کے آس پاس مل سکتا ہے۔ کیونکہ یہاں سے پچھلی صدی میں داخل ہونے کا دروازہ کوئی پرانا قلعہ ہی ہو سکتا تھا۔ ناگ نے کہا۔

"تمہارا خیال کافی حد تک درست ہے۔ کل ہم پرانے قلعے کی طرف جائیں گے"

دوسرے روز پیرس کے آسمان پر بادل چھائے ہوئے تھے اور ہلکی ہلکی بوندا باندی ہو رہی تھی۔ ناگ نے ماریا سے کہا۔

"تم جاگ رہی ہو ماریا بہن؟"

کیونکہ ناگ کو ماریا کا بستر خالی نظر آ رہا تھا۔ صرف ایک لحاف گول مول ہو کر پڑا تھا۔ ماریا کی آواز آئی۔

"ہاں ناگ بھائی جاگ رہی ہوں"

ناگ نے کہا۔ "میرا خیال ہے کہ پہلے میں کسی جوہری کے پاس جا کر اپنے ہیرے کو فروخت کرتا ہوں تاکہ ہمارے پاس اس ملک

کی کرنسی میں کچھ رقم تو موجود ہو۔ تم ہوٹل میں میرا انتظار کرو"

ماریا نے کہا "دیر مت کر دینا"

"بالکل نہیں۔ ناشتہ میں تمہارے ساتھ ہی آ کر کروں گا"

یہ کہہ کر ناگ چلا گیا۔ ماریا لحاف کے اندر لیٹی ہوئی تھی۔ اگرچہ وہ دکھائی نہیں دے رہی تھی مگر لحاف اپنی جگہ پر یوں ابھرا ہوا تھا جیسے اس کے اندر کوئی سو رہا ہو۔ جاتے ہوئے ناگ کمرے کے دروازے کو باہر سے تالا لگا کر چابی نیچے ہوٹل کلرک کو دے گیا تھا کہ میں ابھی واپس آتا ہوں۔ اس کے جانے کے تھوڑی دیر بعد ایک بیرا ناگ کے کمرے کے آگے سے گذرا۔ دروازے کے آگے اندر کی طرف پردہ ہٹا ہوا تھا۔ اس کی نظر دروازے کے شیشے میں سے اندر پڑی تو وہ بڑا حیران ہوا کہ دروازے پر تالا لگا ہے مگر بستر میں کوئی لحاف اوڑھے سو رہا ہے۔ اس نے نیچے آ کر ہوٹل کلرک کو اطلاع دی۔ کلرک حیران ہوا کہ جب دروازے پر تالا پڑا ہے تو پھر اندر کون سو رہا ہے؟ وہ بیرے کو ساتھ لے کر اوپر آ گیا۔ اس نے دروازے کے شیشے میں سے دیکھا۔ سچ مچ اندر بستر پر لحاف یوں ابھرا ہوا تھا جیسے اس کے اندر کوئی سو رہا ہو۔ اتفاق سے ٹھیک اس وقت ماریا نے کروٹ بدلی۔ لحاف اپنی جگہ سے ہلا تو کلرک کو اب یقین ہو گیا کہ لحاف کے اندر کوئی موجود ہے۔ اس نے بیرے سے کہا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"یہ شخص اندر کیسے سُلا گیا ہے؟ یہ خطرناک معاملہ لگتا ہے۔"

چابی اس کے پاس تھی۔ اُس نے تالا کھول دیا۔ کمرے میں داخل ہو کر وہ بستر کے قریب گیا اور آہستہ سے بولا۔

"ہیلو! آپ کون ہیں؟"

ماریا کی آنکھ کھل گئی۔ اس نے لحاف منہ پر سے ہٹا کر کلرک اور بیرے کو دیکھا۔ لیکن کلرک اور بیرا ماریا کو نہیں دیکھ سکتا تھے لحاف اپنی جگہ سے سرکتا انہوں نے بھی دیکھا تھا مگر اب اس کے اندر کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ پہلے تو کلرک نے سوچا کہ شاید یہ اس کا وہم ہو اور لحاف اپنی جگہ سے نہیں ہلا تھا۔ لیکن جب لحاف اپنے آپ پلنگ کی طرف ہو گیا۔ جیسے کوئی اس میں سے باہر نکلا ہو تو کلرک اور بیرے کی تو جان خشک ہو گئی۔ کیونکہ باہر نکلتا کوئی نظر نہیں آیا تھا۔

"بھو ـــــ بھو ـــــ بھوت۔"

بڑی مشکل سے کلرک کے حلق سے یہ الفاظ نکلے۔ بیرا پہلے ہی کانپ رہا تھا۔ ان کے پاؤں من من بھاری ہو گئے تھے۔ جسم ٹھنڈا پڑ گیا تھا۔ ماریا پلنگ سے ہٹ کر میز کے پاس کھڑی اُن کی حالت دیکھ کر خوش ہو رہی تھی۔ اس نے ذرا اور چھیڑنا چاہا۔ میز پر چینی کا جگ پڑا تھا۔ ماریا نے جگ اٹھا لیا۔

کلرک اور بیرے نے جب جگ کو اپنے آپ میز پر سے اوپر

اٹھتا دیکھا تو باری باری ایک ایک چیخ مار کر وہ گھوڑوں کی طرح بھاگتے ہوئے کمرے سے باہر نکل گئے۔ ان کے پیچھے دروازہ کھلے کا کھلا پڑا تھا۔ ماریا کی ہنسی نکل گئی۔ اُس نے دروازہ بند کر کے بستر پر لحاف کو تہہ کر کے رکھ دیا اور باتھ روم میں منہ ہاتھ دھونے چلی گئی۔

کلرک نے نیچے جا کر منیجر کو خبر دی کہ اوپر کمرہ نمبر بارہ میں بھوت آ گیا ہے۔ منیجر کام کر رہا تھا۔ اس نے سر اٹھا کر کلرک کو دیکھا اور کہا۔

"آج رات تم نے کوئی ڈراؤنا خواب تو نہیں دیکھا؟"

جب بیرے نے بھی گواہی دی کہ بستر پر لحاف کو گرتے اور پانی کے جگ کو میز پر سے اپنے آپ اٹھتے اُس نے بھی دیکھا ہے تو منیجر اٹھ کر اوپر کی منزل میں آ گیا۔ کمرے کا دروازہ بند تھا۔ منیجر نے دروازہ کھول دیا۔ کلرک اور بیرا اس کے پیچھے پیچھے چلے آ رہے تھے۔ کمرہ خالی تھا اور پلنگ پر لحاف تہہ کر کے رکھا ہوا تھا۔ منیجر نے کلرک کی طرف دیکھ کر کہا۔

"ضرور تم پاگل ہو گئے ہو۔ یہاں تو کوئی بھی نہیں ہے۔"

کلرک نے کہا۔ "بھوت باتھ روم میں ہے۔"

باتھ روم سے نل کا پانی گرنے کی آواز آ رہی تھی۔ منیجر نے کہا۔

"تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے کیا؟ دیکھتے نہیں اس کمرے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کا مسافر اندر نہا رہا ہے۔"

کلرک نے کہا۔" سر! وہ تو مجھے چابی دے کر ہوٹل سے جا چکا ہے۔"

"تو پھر اندر تمہارا باپ نہا رہا ہے؟" مینجر غصّے سے بولا۔

کلرک نے کہا۔" سر! اندر بھوت ہے۔"

"تمہارا باپ ہے۔" یہ کہہ کر مینجر غسل خانے کی طرف بڑھا۔ اس نے غسل خانے کے دروازے پر آہستہ سے دستک دے کر پوچھا۔

"سر! کیا آپ نہا رہے ہیں؟"

اس کا مطلب تھا کہ اگر مسافر نہا رہا ہے تو وہ ضرور جواب دے گا۔ لیکن بند غسل خانے سے کوئی جواب نہ آیا۔ صرف نلکے سے پانی گرنے کی آواز بند ہو گئی۔ مینجر نے دوسری اور تیسری بار دستک دے کر آواز دی۔ مگر اندر سے کسی نے جواب نہ دیا۔ اب کچھ کچھ مینجر کو بھی خوف لگنے لگا کہ یہ اندر کون ہے کہ جو اس کی بات کا جواب نہیں دے رہا۔ پھر کلک کی آواز کے ساتھ کسی نے اندر سے غسل خانے کی چٹخنی کھول دی۔ مینجر نے پھر آہستہ سے کہا۔

"معاف کیجئے گا۔ کیا آپ اس کمرے کے مسافر ہیں؟"

ماریا نہا کر کپڑے بدل چکی تھی۔ وہ اگر بغیر کپڑوں کے بھی ان کے سامنے آ جاتی تو وہ اُسے نہیں دیکھ سکتے تھے لیکن ماریا باحیا خاتون تھی اور کپڑے پہن کر دروازہ کھولنا چاہتی تھی۔ آج

وہ مذاق کرنے کے موڈ میں تھی۔ اس نے آہستہ سے غسل خانے کا دروازہ کھول دیا۔ مینجر نے دیکھا کہ غسل خانہ خالی ہے۔ اندر کوئی بھی نہیں ہے۔ اب تو اس کی بھی جان نکل گئی۔ یہ تو ضرور کوئی بھوت اندر نہا رہا تھا۔ کیونکہ فرش گیلا تھا اور ٹب میں صابن کی جھاگ پھیلی تھی۔ نلکے میں سے ابھی تک پانی ٹپک رہا تھا۔ مینجر نے کلرک کی طرف دیکھا جس کا رنگ پہلے ہی سفید پڑ چکا تھا۔ اب وہ ایک ایک قدم پیچھے کھسکنے لگا۔

اس دوران میں غسل خانے کا دروازہ اپنے آپ بند ہو گیا۔ ماریا باہر آ گئی تھی۔ اس کو جو شرارت سوجھی تو آہستہ سے کہا۔

"آؤ بیٹھو۔ چائے پیو گے کہ کافی؟"

مینجر نے جو خالی کمرے میں ایک ایسی عورت کی آواز سُنی جس کو وہ دیکھ نہیں رہا تھا تو چیخ مار کر باہر کو بھاگا۔ کلرک اور بیرا پہلے ہی باہر چھلانگیں لگا چکے تھے۔ ہوٹل میں شور مچ گیا کہ کمرہ نمبر بارہ میں کسی بھوت نے بسیرا کر لیا ہے۔ دوسرے کمروں کے مسافروں نے اپنے کمروں کو اندر سے بند کر لیا۔ مینجر بے تابی سے ناگ کا انتظار کرنے لگا جس نے یہ کرائے پر لیا تھا۔

اُدھر ناگ پیرس شہر کے ایک جوہری کی دکان میں پہنچا۔ اس

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نے جوہری کو ہیرا دکھایا تو جوہری کی آنکھیں کھُل گئیں۔ پھر وہ ناگ کو سر سے پاؤں تک تکنے لگا۔ ضرور یہ کوئی چور اُچکا ہے جس نے اتنا قیمتی ہیرا بادشاہ کے خزانے سے چرایا ہے۔ جوہری کسی بہانے دوسری طرف گیا اُس نے فوراً شہر کے کوتوال کو خبر کر دی کہ ایک چور شاہی خزانے کا قیمتی ہیرا چُرا کر اس کے پاس لایا ہے۔

جوہری نے ناگ کو باتوں میں لگائے رکھا۔ اتنے میں وہاں کوتوال اپنے ساتھ چھ تلواروں والے سپاہیوں کو لے کر پہنچ گیا۔ انہوں نے ناگ کو پکڑ کر زنجیروں میں جکڑا اور گھوڑا گاڑی میں ڈال کر شاہی قلعے کی طرف لے گئے۔ ناگ بڑا پریشان ہوا کہ یہ کس مصیبت میں پھنس گیا۔ ہیرا موٹی توند والے کوتوال نے اپنی جیب میں رکھ لیا تھا۔

شاہی قلعے میں پہنچ کر موٹے کوتوال نے ناگ کو گاڑی میں سے اتارا اور قلعے کے بڑے کوتوال کے حوالے کر دیا۔ وہ ناگ کو ٹھنڈے اندھیرے تہہ خانے میں لے آیا جہاں قسم قسم کا اذیت دے کر پوچھ گچھ کرنے والا سامان پڑا تھا۔ اس کو دیکھ کر ہی خوف آتا تھا۔ ناگ گھبرایا کہ کہیں یہ بدبخت کوتوال اس کو اچانک زخمی نہ کر دے۔ وہ ہوشیار ہو گیا۔ ہیرا اس کوتوال کے پاس آچکا تھا جو اُس نے دیوار کے اندر بنی ہوئی لوہے کی الماری

میں رکھ دیا تھا۔ اس بھاری بھرکم کوتوال کی شکل کسی بھیانک قاتل سے ملتی جلتی تھی۔ اُس نے اپنی مونچھوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے ناگ کو کھا جانے والی نظروں سے دیکھا اور اس کے کندھے کو جھنجھوڑ کر کڑکتی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"سچ سچ بتا دو یہ ہیرا تم نے کہاں سے لیا تھا اور تمہارے ساتھ اور کون کون لوگ ڈاکے مارتے ہیں؟"

ناگ نے بڑے آرام سے جواب دیا۔

"میں نے یہ ہیرا چوری نہیں کیا۔"

"تو پھر اسے تمہارے باپ نے تمہیں لا کر دیا تھا؟ چور کی اولاد! تم ابھی بک دو گے۔ مجھے طریقہ آتا ہے۔"

ناگ کو بڑا غصّہ آیا۔ اس کے باوجود وہ صبر سے کام لے رہا تھا اور خوامخواہ کسی کو تنگ نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس نے بڑے تحمّل سے کہا۔

"میں سچ کہہ رہا ہوں کوتوال صاحب! یہ ہیرا میں نے چرایا نہیں ہے بلکہ میرے ایک دوست نے مجھے لا کر دیا ہے۔"

کوتوال نے زمین پر زور سے پاؤں مار کر کہا۔

"اب آئے ہو سیدھی راہ پر — یہی تو میں بھی پوچھنا ہوں کہ کون ہے تمہارا وہ دوست؟"

ناگ اطمینان سے بولا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"وہ ایک سانپ تھا۔"

"سانپ؟"

کوتوال اپنی جگہ ذرا سا اُچھلا۔

"کیا بکواس کر رہے ہو؟"

پھر ناگ کی ٹھوڑی کو انگلیوں سے اوپر اٹھا کر کہنے لگا۔

"تم اور تمہارا دوست مجھ سے بچ کر نہیں جا سکتے۔ اگر تم نے اپنے دوست کا ٹھکانہ نہ بتایا تو لوہے کی تنگھی سے تمہارے جسم کی ساری کھال کھُرچ دی جائے گی اور ہڈیوں کو آگ لگا دوں گا۔ اب بتاؤ۔ کون ہے تمہارا وہ دوست جس نے تمہیں یہ شاہی ہیرا لا کر دیا ہے؟"

ناگ نے کہا۔ "میں سچ کہہ رہا ہوں جناب! مجھے یہ ہیرا میرے ایک دوست نے لا کر دیا ہے جو سانپ ہے۔"

کوتوال کو سخت غصہ آیا کہ یہ شخص ابھی تک اس کیساتھ مذاق کر رہا ہے۔ اس نے اپنے غصّے کو ضبط کرتے ہوئے کہا۔

"کیا تم اپنے دوست سانپ کو یہاں بلا سکتے ہو؟"

ناگ یہی چاہتا تھا۔ کوتوال یہ سوال کر کے خود ہی پھنس گیا تھا۔ اب ناگ کو اپنی طاقت اور کرامت دکھانے کا موقع مل گیا تھا۔ اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں — میں اُسے ابھی بلائے لیتا ہوں۔"

کوتوال سمجھ گیا کہ یہ نوجوان اپنے آپ کو پاگل ثابت کر کے جرم کی سزا سے بچنا چاہتا ہے۔ اس نے یونہی کہہ دیا۔

"اچھا۔ تو بلاؤ اپنے دوست کو۔ ہم اسے بھی گرفتار کر لیں گے۔ بلکہ تمہارے سامنے اُسے قید میں بند کر دیں گے۔"

ناگ نے ایک پل کے لئے آنکھیں بند کیں اور خراٹے کے سانپ کو حکم دیا کہ وہ اس کی خدمت میں پیش ہو۔ موٹے کوتوال کو ہنسی آ رہی تھی کہ یہ نوجوان کیا کر رہا ہے لیکن جب ایک پھُنکار کی آواز کے ساتھ تہہ خانے میں سرخ رنگ کا سانپ فرش پر رینگتا ہوا نمودار ہوا اور اپنا پھن اٹھا کر ناگ کے سامنے ادب سے جھومنے لگا تو کوتوال ڈر کر پیچھے ہٹا اور نیام سے تلوار نکالی کہ سانپ کو دو ٹکڑے کر دے۔ ناگ نے ہاتھ بڑھا کر کہا۔

"اپنی زندگی کو خطرے میں نہ ڈالو، موٹے کوتوال! اس سے پہلے کہ تمہاری تلوار چلے یہ تمہیں موت کی نیند سُلا چکا ہوگا۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

موت کا دریا

ناگ نے خزانے کے سانپ کو چلے جانے کا حکم دیا۔
سرخ سانپ نے سر جھکایا اور تہہ خانے کے کونے میں جا کر غائب ہو گیا۔ کوتوال تو حیرت میں گم تھا کہ یہ نوجوان کیسا جادوگر ہے کہ ایک پل میں سانپ کو سامنے لے آیا۔ ناگ نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"یہی تھا میرا وہ دوست جس نے مجھے ہیرا لا کر دیا تھا۔ اب تمہیں یقین آیا کہ نہیں؟ اگر نہیں یقین آیا تو میں کچھ اور بھی کر کے دکھا سکتا ہوں۔"
کوتوال نے غراتے ہوئے کہا۔
"تم نے افریقہ سے جادو سیکھا ہوگا۔ تم جادوگر سپیرے ہو میں بادشاہ سے کہہ کر تمہیں زندہ آگ میں جلوا دوں گا۔ ہمارے قانون کے مطابق جادوگروں کی یہی سزا ہوتی ہے۔"
اب ناگ کو بڑا غصہ آیا۔ دوسرے اس کا وقت بھی ضائع ہو رہا تھا۔ اُسے معلوم تھا کہ ہوٹل میں ماریا ناشتے پر اس کا انتظار کر رہی ہوگی۔ اُس نے کوتوال کی آنکھوں میں آنکھیں

ڈال کر کہا۔
"موٹے کوتوال! میں تمہاری موٹی توند پر پنجہ مار کر اسے پھاڑ سکتا ہوں۔ میں تمہاری گردن پر منہ رکھ کر تمہارا سارا خون پی سکتا ہوں۔ بولو — تم کیا چاہتے ہو؟"
کوتوال نے تلوار لہرا کر ناگ پر حملہ کر دیا۔ صورت حال خراب بلکہ خطرناک ہو گئی تھی۔ تلوار ناگ کو قتل کر سکتی تھی۔ ناگ نے بڑی مشکل سے تلوار کا وار بچایا۔ کوتوال نے دوسرا وار کرنے کے لئے تلوار اٹھائی ہی تھی کہ ناگ نے ایک گہرا سانس لے کر پھنکار ماری اور وہ ایکدم سے افریقہ کے جنگل کا خونخوار آدم خور شیر بن کر ظاہر ہو گیا۔ موٹے کوتوال کے ہاتھ سے تلوار چھٹ کر نیچے گر پڑی۔ ناگ نے کوتوال پر اچھل کر اُسے اپنے خونی پنجوں میں دبوچ لیا — کوتوال بے ہوش ہو چکا تھا۔
ناگ چاہتا تو کوتوال کو اسی وقت چیر پھاڑ کر رکھ دیتا مگر اسے اس کے بیوی بچوں کا خیال آ گیا۔ شیر کوتوال کے بے ہوش جسم کے اوپر سے اُتر گیا۔ تہہ خانے میں اور کوئی نہیں تھا۔ وہ سانپ کی جگہ اب سانپ بن کر زمین پر رینگتا ہوا اوپر آ گیا۔ یہاں دیوار میں وہ لوہے کی الماری تھی جس کے اندر کوتوال نے ناگ کا ہیرا چھپا رکھا تھا۔ کمرے میں اس وقت کوئی نہیں تھا۔ ناگ رینگتا ہوا دیوار پر چڑھا۔ الماری بند

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تھی۔ وہ سانپ بن کر الماری نہیں کھول سکتا تھا۔ یہاں اُسے مجبوراً انسان کی شکل اختیار کرنی پڑی۔

وہ انسانی شکل میں آگیا اور الماری کھول کر ہیرا نکال ہی رہا تھا کہ دو سپاہی اندر داخل ہوئے۔ انہوں نے جو ناگ کو ہیرا چراتے دیکھا تو تلواریں نکال کر اس پر حملہ کر دیا۔ ناگ ایک سیکنڈ کے اندر اندر انسان سے چڑیا بن گیا۔ ہیرے کو اپنی چونچ میں پکڑا اور اڈاری مار کر کمرے سے باہر کھلے آسمان کی طرف اڑ گیا۔ دونوں سپاہی ایک انسان کو غائب ہوتے اور پھر چڑیا بن کر اڈاری مارتے دیکھتے رہ گئے۔ پھر وہ ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے اور چیخ مار کر وہاں سے اٹھ دوڑے۔

ناگ ہیرا لے کر واپس اڑتا ہوا شہر کے گنجان علاقے میں آ گیا۔ یہاں اسی موٹے جوہری کی دکان تھی جس نے ناگ کو گرفتار کروا دیا تھا۔ ناگ نے ایک عمارت کے پیچھے اتر کر دوبارا انسانی شکل اختیار کی اور جوہری کی دکان میں آگیا۔ جوہری نے جب دیکھا کہ جس چور کو اُس نے گرفتار کروایا تھا۔ وہ پھر آگیا ہے تو سخت طیش میں ناگ کی طرف آیا اور ناگ کی گردن دبوچ کر چیخا۔

"میں تمہیں اس بار بادشاہ کے جلاّد کے حوالے کروں گا"

دکان کے دوسرے ملازم اور گاہک وہاں جمع ہو گئے لیکن

اس سے پہلے کہ وہ معاملے کو سمجھتے ناگ نے جوہری کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں۔ یہ ایک سانپ کی مقناطیسی شعاؤں والی آنکھیں تھیں۔ جوہری ایکدم ڈھیلا پڑ گیا۔ ناگ نے کہا۔

"میرے ساتھ دوسرے کمرے میں چلو"

جوہری ناگ کا غلام بن چکا تھا۔ اس نے دوسرے نوکروں کو وہیں ٹھہرنے کو کہا اور ناگ کو ساتھ لے کر دوسرے چھوٹے سے کمرے میں آ گیا۔ ناگ نے جیب سے ہیرا نکال کر کہا۔

"یہ چوری کا نہیں ہے بلکہ انگلستان کے بادشاہ ہنری ہشتم کے دفن شدہ خزانے کا ہے۔ تم اسے اپنے پاس رکھ لو اور مجھے اس کی قیمت ادا کرو"

جوہری اب کچھ ہوش میں آچکا تھا۔ کہنے لگا۔

"مگر ——— میں پکڑا جاؤں گا"

ناگ نے اس کی موٹی توند میں انگلی چبھوتے ہوئے کہا۔

"اچھا ہے۔ قید میں رہو گے تو پیٹ کا یہ گبند کچھ ہلکا ہو جائے گا۔ لاؤ اس کی قیمت ——— ابھی ——— اسی وقت"

جوہری کی تجوری اُسی کمرے میں تھی۔ اس نے چابی لگا کر تجوری کھولی اور ناگ کو ایک لاکھ فرانک کی گڈی دے کر کہا۔

"اس وقت میں یہی دے سکتا ہوں"

"میرے لئے یہی بہت ہے" ناگ نے نوٹوں کی گڈی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جیب میں رکھ لی۔

وہاں سے نکل کر ناگ سب سے پہلے ایک ریڈی میڈ کپڑوں کی دکان میں گیا۔ وہاں ایک بہترین سوٹ خرید کر پہنا۔ گرم اوور کوٹ خریدا اور گھوڑا گاڑی میں سوار ہو کر سیدھا ہوٹل کے دروازے پر اتر گیا۔

ہوٹل میں بھوت بھوت کا شور مچا تھا۔ جونہی ناگ کمرے کی چابی لینے کلرک کے پاس آیا اُس نے منیجر کو بلوا لیا۔ دونوں ناگ کو سر سے پیر تک دیکھنے لگے۔ ناگ نے پوچھا۔

"کیا بات ہے؟ آپ مجھے اس طرح کیوں دیکھ رہے ہیں۔ کیا میں کوئی بھوت پریت ہوں؟"

منیجر نے کہا۔ "بھوت تو آپ کے کمرے میں ہے جناب"

ناگ فوراً سمجھ گیا کہ ماریا نے پیچھے کوئی شرارت کی ہوگی۔ اب وہ مچلا بن گیا۔

"کیا کیا؟ بھوت؟ میرے کمرے میں؟"

اس کی حیرانی پر منیجر یہ سمجھا کہ اسے بھی خبر نہیں کہ اس کے کمرے پر کسی بھوت نے قبضہ جما لیا ہے۔ وہ کہنے لگا۔

"کیا آپ کو بھوت کے بارے میں کچھ معلوم نہیں ہے جناب؟"

ناگ نے بڑے بھولپنے سے کہا۔

"نہیں تو ——— میں تو کمرہ بند کر کے گیا تھا پھر وہاں

بھوت کہاں سے آ گیا؟"

منیجر نے اس کو ساری کہانی سنا ڈالی اور پھر کہا۔

"آپ اس کمرے میں مت جائیں۔ کہیں بھوت آپ پر حملہ نہ کر دے۔ ہم آپ کو دوسرا کمرہ دیئے دیتے ہیں"

ناگ بڑا خوش ہوا کہ چلو اس طرح ماریا کو الگ کمرہ تو مل گیا۔

"جی ہاں جی ہاں۔ میں تو اس بھوت والے کمرے میں رہنا ہرگز پسند نہ کروں گا۔ مجھے کوئی دوسرا کمرہ دے دیں"

منیجر نے کلرک سے بات کی۔ انہوں نے رجسٹر دیکھا۔ منیجر نے سر کھجاتے ہوئے کہا۔

"اب ایک مصیبت اور پیدا ہو گئی ہے"

"وہ کیا؟" ناگ نے پوچھا۔

منیجر بولا۔ "مصیبت یہ ہے کہ ہوٹل میں اس وقت صرف ایک ہی کمرہ خالی ہے اور وہ کمرہ بھوت والے کمرہ کے بالکل سامنے ہے کیا آپ۔ میرا مطلب ہے کیا آپ اس کمرے میں رہ لیں گے؟ کہیں آپ خوف محسوس تو نہیں کریں گے؟"

ناگ نے گردن اٹھا کر کہا۔

"ارے صاحب بھوت کی ایسی تیسی کہ میرے کمرے میں آئے بس سامنے والا کمرہ ٹھیک رہے گا"

ناگ اس لئے بھی خوش ہوا کہ اس طریقے سے وہ ماریا سے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

دور نہیں رہے گا۔ مینجر نے اسی وقت ناگ کو سامنے والا کمرہ کھول دیا۔ ماریا والے کمرے کو بند کر کے تالا لگا دیا گیا تھا۔ ماریا اس کے اندر بیٹھی ناگ کا انتظار کر رہی تھی۔ ساتھ والے کمروں کے مسافر اپنے دروازے بند رکھتے تھے۔ ماریا نے ناگ کو سامنے والے کمرے میں ڈیرا جماتے دیکھا تو خوش ہوئی۔ ناگ اکیلا رہ گیا تو دونوں نے اپنے اپنے واقعات ایک دوسرے کو سنائے اور بڑے خوش ہوئے۔ دوپہر کا کھانا ناگ نے کمرے میں منگوایا۔ یہ دو آدمیوں کا کھانا تھا۔ ناگ نے یہ بہانہ کیا کہ اس کا کوئی مہمان آنے والا ہے۔ کھانے کے بعد ماریا نے کہا۔

"اب عنبر کو کہاں تلاش کریں ہے"

ناگ بولا "تم یہیں ٹھہرنا۔ میں آج سے اس کی تلاش شروع کرتا ہوں۔ مجھے یقین ہے ہفتہ بھر میں وہ ہمیں کہیں نہ کہیں ضرور مل جائے گا۔ سب سے پہلے میں اسے قلعے کے اندر شاہی محل میں جا کر دیکھوں گا۔ یہاں نہ ملا تو دریائے سین کے ساتھ والے جنگل میں کھوج لگاؤں گا۔"

"خدا کرے عنبر بھائی جلدی مل جائے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وقت ہمیں اس زمانے سے اٹھا کر پانچ سو برس پیچھے پھینک دے اور ہم ایک لمبی مدت کے لئے عنبر سے بچھڑ جائیں۔"

ناگ نے کہا "اس کا خطرہ تو ضرور ہے۔ مگر خدا نے چاہا

تو ہم عنبر کے ساتھ مل کر ہی پانچسو برس پیچھے جائیں گے۔ ہمارا واپسی کا سفر بہت لمبا ہے۔ پورے پانچ ہزار سالوں پر سے ہو کر گذرتا ہے۔ لیکن خدا نے چاہا تو ہم اکٹھے ہی سفر کریں گے۔"

"خدا کرے کہ ہم اکٹھے ہی سفر کریں۔" ماریا نے کہا۔

اب ہم آپ کو یہ بتاتے ہیں کہ عنبر پر کیا گذری ہے؟

آپ بھی ضرور عنبر کا حال جاننے کے لئے بے چین ہوں گے۔ آیئے عنبر کی چل کر خبر لیتے ہیں کہ اس کے ساتھ کیا ہوا؟

عنبر جب زلزلے کے ساتھ زمین پھٹنے سے اندر دھنسا تو پہلے تو اُسے کچھ معلوم نہ ہوا کہ یہ کیا ہو گیا ہے۔ وہ تو جیسے کھڑے کھڑے کسی گہرے کنوئیں میں اچانک گر پڑا۔ اس کی چاروں طرف اندھیرا ہی اندھیرا تھا۔ کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ چوٹ لگنے، زخمی ہونے یا مر جانے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ عنبر نے اپنے اوپر مٹی گرتے ضرور محسوس کی۔ پھر اس کے سر پر پتھر برسنے شروع ہو گئے۔ اس کے بعد اُسے یوں لگا جیسے اندھیرے میں یہ کسی دلدل میں جا پڑا ہے۔ وہ گھٹنوں تک گیلی نرم کیچڑ میں دھنس گیا۔ اس نے ایک پاؤں نکالنے کے لئے زور لگایا تو دوسرا پاؤں اور زیادہ دلدل میں گھس گیا۔ کیچڑ بڑا گاڑھا تھا۔ عنبر نے اندھیرے میں ہی دونوں بازو آگے کو پھیلا کر تیرنے کی کوشش کی اور کیچڑ کے اوپر لیٹ گیا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اس طریقے سے وہ تھوڑا تھوڑا آگے کو کھسکنے لگا۔ ذرا آگے جا کر کیچڑ پتلا ہو گیا۔ یہاں وہ ذرا آسانی سے تیرنے لگا جوں جوں آگے بڑھ رہا تھا۔ کیچڑ پتلا ہوتا جا رہا تھا۔ پچاس گز کے قریب فاصلہ طے کرنے کے بعد وہ اتھلے پانی میں آ گیا۔ یہاں بھی اندھیرا ہی اندھیرا تھا۔ اس نے پاؤں زمین پر ٹکائے تو کیچڑ ملا پانی اس کی گردن تک پہنچ چکا تھا۔ وہ تیرتا چلا گیا۔ اس نے آواز نکال کر دیکھا کہ وہ کس قسم کی جگہ پر ہے۔

اُس کی آواز گونج اٹھی۔ عنبر سمجھ گیا کہ وہ ایک ایسی سرنگ میں ہے جس کی چھت زیادہ اونچی نہیں ہے۔ اُسے تیرتے تیرتے پتہ چل رہا تھا کہ کیچڑ بہت ہلکا ہو گیا ہے اور اب وہ پانی میں تیر رہا ہے۔ اب اس کے پاؤں میں پانی کی تہہ میں نہیں لگتے تھے۔ وہ یہ دیکھنے کے لئے کہ زمین کے اندر وہ جس نالے میں تیر رہا ہے۔ اُس کی چوڑائی کتنی ہے وہ بائیں طرف تیرتا ہوا آ گیا۔ اس کے ہاتھ دیوار سے لگے۔ یہ دیوار گولائی میں تھی۔ نالے کا پاٹ کوئی دس فٹ چوڑا تھا۔ ابھی تک ہر طرف تاریکی چھائی ہوئی تھی اور عنبر کو کچھ بھی دکھائی نہیں دیتا تھا۔

اسے ناگ اور ماریا کا خیال بھی آیا جو لندن کے ہوٹل سیوائے میں اس کا انتظار کر رہے تھے۔ وہ سمجھ گیا کہ زلزلے کی وجہ سے

زمین پھٹ گئی تھی اور وہ زمین کے اندر نہ جانے کتنی گہرائی میں اتر آیا ہے اور زمین کے نیچے بہنے والا کوئی دریا اسے بہائے لئے جا رہا ہے۔ کیونکہ ہماری زمین کے اندر بہت نیچے جا کر بھی دریا بہتے ہیں۔

عنبر نے تھوڑا سا پانی چکھا۔ پانی میٹھا تھا۔ اُسے پوری طرح سے یقین ہو گیا کہ یہ کوئی زمین کے اندر بہنے والا دریا ہے جس میں وہ کسی نامعلوم منزل کی طرف تیرتا چلا جا رہا ہے۔ اُسے کوئی خبر نہیں تھی کہ یہ دریا اسے کہاں لے جائے گا۔ ہو سکتا ہے زمین کے اندر ہی اندر سینکڑوں میل کا چکّر لگا کر دریا کسی جگہ سمندر کے ساتھ جا کر مل جائے۔ عنبر نے یہی دعا مانگی کہ دریا کسی سمندر کے ساتھ مل جائے۔ کیونکہ سمندر میں پہنچ کر وہ اس کی سطح پر اوپر آ سکتا تھا۔ وگرنہ کئی دریا ایسے بھی ہوتے ہیں کہ جو زمین کے اندر ہی اندر ہزاروں میل کا چکّر لگا کر خشک ہو کر دوبارا زمین میں جذب ہو جاتے ہیں اور پھر اس سے بھی نیچے جا کر کسی دوسری جگہ بہنا شروع کر دیتے ہیں۔

عنبر نے ایک بار پھر منہ سے آواز نکالی۔ اس آواز کی گونج سے اُس نے اندازہ لگا لیا کہ دریا جس سرنگ میں سے گذر رہا ہے اس کی چھت اب کافی اونچی ہو گئی ہے یہ بڑے اطمینان کی بات تھی۔ کیونکہ اب اُسے امید ہو گئی تھی کہ دریا کسی نہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کسی جگہ سے باہر ضرور نکل آئے گا۔ وہ تیرتا چلا جا رہا تھا۔ ایک دو بار مچھلیاں اس کے منہ کے قریب سے ہو کر نکل گئیں وہ خدا کی قدرت پر دنگ رہ گیا کہ زمین کے اندر بہنے والے دریاؤں میں بھی وہ مچھلیوں کو رزق پہنچاتا ہے۔ اب دریا کا پانی زیادہ ٹھنڈا نہیں رہا تھا۔

اُس نے پانی کو چکھا۔ وہ کچھ کھارا اور کڑوا تھا۔ عنبر سمجھ گیا کہ دریا میں سمندر کا پانی شامل ہو گیا ہے۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ یہ دریا کسی سمندر میں جا کر مل جاتا تھا۔ عنبر کا سر پانی سے باہر تھا۔ تیرنے میں اسے مشکل پیش نہیں آ رہی تھی کیونکہ پانی کا بہاؤ کافی تیز تھا۔ اندھیرا ابھی تک ویسے کا ویسا ہی تھا۔ روشنی کی ایک کرن بھی نظر نہیں آ رہی تھی۔

عنبر نے ایک بار پھر منہ سے آواز نکالی تو اس کی ذرا سی بھی گونج پیدا نہ ہوئی۔ اس کا مطلب یہی ہو سکتا تھا کہ سُرنگ کی چھت بہت نیچی ہو گئی۔ عنبر کے ایک بار ہاتھ اوپر کیا تو اس کا ہاتھ سُرنگ کی چھت سے جا لگا۔ خوف کی ایک لہر اس کے بدن میں دوڑ گئی۔ سُرنگ کی چھت دریا کے ساتھ مل رہی تھی۔ دریا کا پانی اس کی گردن سے اوپر آ گیا تھا۔ پھر اس کے ہونٹ اور ناک بھی پانی میں ڈوب گئے۔ اگر قدرت نے اُسے زندہ رہنے کی طاقت عطا نہ کی ہوتی تو یہاں اس کی موت یقینی

تھی۔ تھوڑی ہی دیر بعد اس کا سر سُرنگ کی چھت سے ٹکرانے لگا اور پھر وہ پورے کا پورا پانی کے اندر ڈوب گیا۔ سُرنگ کی چھت پانی کی سطح کے ساتھ مل گئی تھی۔

اب دریا ایک بھرے ہوئے نالے کی طرح بہہ رہا تھا۔ عنبر پانی کے اندر تیرتا چلا جا رہا تھا۔ وہ تھوڑی تھوڑی دیر بعد ہاتھ اوپر کر کے یہ دیکھ لیتا کہ اس کے اوپر سُرنگ کی چھت ہے کہ نہیں۔ بہت دیر تک موت کے دریا کی سُرنگ میں تیرتے رہنے کے بعد ایک بار عنبر نے ہاتھ پانی کی سطح سے اوپر کیا تو اس کا ہاتھ چھت سے نہ لگ سکا۔ سُرنگ کی چھت اوپر سے ہٹ گئی تھی۔

پانی میں اب ہلکی ہلکی روشنی بھی آنا شروع ہو گئی تھی عنبر نے پانی کے اندر ہی اندر آنکھیں کھول کر دیکھا۔ اس کے نیچے پانی میں ڈوبی ہوئی پہاڑی وادیاں تھیں اور قسم قسم کی جھاڑیاں پانی میں اوپر کو لہرا رہی تھیں۔ رنگ برنگی مچھلیاں بھی اس کے قریب سے گذر رہی تھیں۔ عنبر نے خدا کا شکر ادا کیا کہ وہ سمندر میں آ چکا تھا۔

اس نے اوپر اٹھنا شروع کر دیا۔ پانی کا دباؤ بھی سمندر میں آنے کے بعد بے حد بڑھ گیا تھا اور اسے اوپر آنے میں تکلیف محسوس ہو رہی تھی۔ بازوؤں کو پوری طاقت سے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اوپر نیچے کرتے وہ پانی کی سطح پر آنے کی کوشش کر رہا تھا۔ آہستہ آہستہ پانی کا دباؤ کم ہوتا گیا۔ اب وہ آسانی سے اوپر اٹھ رہا تھا۔ پانی میں روشنی بھی پہلے سے زیادہ ہو گئی تھی یہ کوئی سمندر تھا۔

خدا خدا کر کے عنبر پانی کی سطح پر آ گیا۔

اس نے سر باہر نکالا تو سورج کی چمکیلی دھوپ میں اس کے چاروں طرف گہرے نیلے رنگ کا سمندر پھیلا ہوا تھا جس کی بڑی بڑی موجیں بلند ہو کر ایک دوسری سے ٹکرا رہی تھیں عنبر سورج کی روشنی دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ وہ موت کی تاریکی سے زندگی کی روشنی میں آ گیا تھا۔ اس نے اللہ کا نام لے کر ایک طرف تیرنا شروع کر دیا۔ مگر سمندر کی موجیں اُسے تیرنے نہیں دے رہی تھیں بلکہ اپنے ساتھ خود بخود بہائے لئے جا رہی تھیں۔ عنبر نے بھی اپنا آپ لہروں کے حوالے کر دیا۔ اُسے کوئی خبر نہیں تھی کہ یہ کونسا سمندر ہے اور یہ اُسے کہاں لے جائے گا۔ وہ لہروں پر بہا جا رہا تھا۔

بہتے بہتے اُسے یوں لگا جیسے کوئی شے اُسے ایک بار پھر سمندر کے اندر کھینچ رہی ہے۔ اس نے خیال کیا کہ ہو سکتا ہے یہ کوئی دوسری شارک مچھلی ہو اور اس پر حملہ کرنے والی ہو۔ عنبر نے سمندر کی لہروں پر پلٹ کر دیکھا سمندر خالی تھا عین اس وقت کوئی سمندری جانور اسے کھینچ کر نیچے

پانی میں لے گیا۔ عنبر کو غوطہ آ گیا۔ اس کی آنکھیں سمندر کے نمکین پانی میں جاتے ہی اپنے آپ بند ہو گئیں۔ کسی نے اس کے ایک پاؤں کو اپنے جبڑے میں دبا رکھا تھا اور برابر اسے نیچے ہی نیچے لئے جا رہا تھا۔ عنبر نے آنکھیں کھول دیں۔ سمندر کا پانی اور رنگین مچھلیاں اس کے قریب سے ہو کر تیزی سے اوپر کو جا رہی تھیں۔

پھر اس کے پاؤں سمندر کے نیچے ریت اور چھوٹے چھوٹے کنکروں کے ساتھ جا کر ٹک گئے۔ سب سے پہلی بات جو عنبر نے محسوس کی وہ یہ تھی کہ سمندر کا پانی اب اس کی آنکھوں میں نہیں چبھ رہا تھا۔ پانی کے اندر کی مچھلیاں اوپر کو تیرتی ہوئی سمندری جھاڑیاں اور زنگ آلود پتھر اور پتھروں کے ساتھ چمٹے ہوئے زرد اسفنج کے بڑے بڑے اُبھرے ہوئے ٹکڑے اور اونچی اونچی اٹھی ہوئی جھاڑیوں پر کھلے ہوئے سفید، نیلے اور بسنتی رنگ کے پھولوں کے گچھے اور ریت پر پھیلے ہوئے مونگھے، سیپیاں اور گھونگھے —— یہ سب کچھ اُسے صاف نظر آ رہا تھا۔ جیسے وہ کسی نیلے شیشے کی عینک میں سے دیکھ رہا ہو۔

اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ جس جانور یا مچھلی نے اسے کھینچ کر نیچے سمندر کی تہہ میں لا پھینکا تھا وہ خود کہاں چلی گئی تھی۔ ایک تندوا اپنے لہراتے ہوئے بازو پھیلاتے، گھماتا اس کی طرف بڑھا عنبر پیچھے ہٹ گیا۔ تندوا اس کے قریب سے ہو کر آگے نکل گیا۔ عنبر پانی میں یوں چل رہا تھا۔ جیسے وہ چاند پر چل رہا ہو۔ اس کے وزن پانی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کے اندر آتے ہی کم ہو گیا تھا۔

دوسری چیز جس پر اُسے بڑی حیرت تھی وہ یہ تھی کہ اگرچہ وہ پانی میں تھا مگر اُسے سانس لینے میں ذرا بھی تکلیف نہیں ہو رہی تھی۔ نہ پانی اس کی ناک کے اندر جا رہا تھا اور نہ اسے اچھو آ رہا تھا۔ پانی میں وہ یوں سکون سے سانس لے رہا تھا جس طرح مچھلیاں سانس لیتی ہیں۔ اُس نے سوچا کہ اُسے واپس سمندر کے اوپر جانا چاہئے۔ عنبر پاؤں تہہ کے پتھروں سے لگا کر زور سے اوپر کو اچھلا کہ اس طرح سے وہ پانی کی چادر میں اوپر کو اٹھتا چلا جائے گا۔ مگر پانی کے شدید دباؤ کی وجہ سے وہ اوپر کو نہ اٹھ سکا۔

عنبر پریشان ہوا کہ یہ کس نئی مصیبت میں پھنس گیا۔ اب کیا کرے اور سمندر کے اوپر کھلے آسمان اور چمکیلی دھوپ میں کیسے واپس جائے وہ سمندر میں ایک طرف کو چل پڑا۔ وزن کم ہونے کی وجہ سے وہ ذرا اچھل اچھل کر چل رہا تھا۔ یہ جگہ ایک سمندری پہاڑ کی ڈھلان تھی۔ اچانک عنبر کا پاؤں ریت پر پھسلا اور وہ ایک گہری کھڈ میں گرتا چلا گیا۔ وہ قلابازیاں کھاتا جا رہا تھا۔ یہ گھاٹی دو سمندری پہاڑوں کے درمیان واقع تھی۔

عنبر گھاٹی کی تہہ میں پہنچ کر رک گیا۔ کھوکھلی نرم ریت میں وہ پنڈلی تک گھس گیا۔ یہاں چپٹی مچھلیاں تھیں جو کنول کے بڑے بڑے پتوں کی طرح زمین کے ساتھ چپک کر آہستہ آہستہ چلتی تھیں۔ زیبرا ایسی لکیروں والی چھوٹی مچھلیوں کا ایک غول ننھی ننھی دمیں ہلاتا اس کے آگے سے گزر گیا۔

[illegible]ھر کو پانی میں اب ہلکی ہلکی آوازیں بھی سنائی دینے لگی تھیں۔ کسی وقت [illegible] کی باریک آواز آجاتی پھر ٹک ٹک کی آوازیں سنائی دیتیں۔ کسی وقت ایسی آواز آتی۔ جیسے کوئی لٹو زور سے گھومتا ہوا اس کے کانوں کے پاس سے گزر گیا ہو۔ کبھی یوں لگتا جیسے کوئی مچھلی گانا گا رہی ہے کسی وقت گھنٹیاں بجنے کی آواز آتی۔ عنبر گھاٹی میں آہستہ آہستہ آگے بڑھنے لگا۔ [illegible] سمندر کے اندر اتنی دیر تک رہنے اور چلنے پھرنے کا یہ اس کی زندگی [illegible] موقع تھا۔ اس سے پہلے وہ کبھی کسی سمندر میں اتنی دیر نہیں رہا تھا۔ [illegible] جب کبھی وہ کسی جہاز کے غرق ہونے کے بعد سمندر میں گرا تو اسے غوطے [illegible] لگے تھے۔ یہ الگ بات ہے کہ وہ ڈوب کر مر نہیں سکتا تھا۔ لیکن [illegible] پانی ناک میں گھسنے سے غوطے ضرور آتے تھے۔ جبکہ اب ایسا نہیں [illegible] اب تو وہ یوں سمندر کے پانی میں سانس لے رہا تھا جیسے باقی [illegible] ہوا میں چل رہا ہے۔

یہاں سمندر گہرا ہونے کی وجہ سے اوپر سے سورج کی روشنی بیحد [illegible] رہی تھی اور پانی میں چاروں طرف ہلکا ہلکا اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ [illegible] اندھیرے کا رنگ گہرا سبز تھا۔ گھاٹی پہاڑوں کے درمیان سے ایک [illegible] کی طرح گزر رہی تھی۔ سمندر یہاں بے حد پُرسکون تھا۔ کوئی سمندری [illegible] اس سے نہیں ٹکرا رہی تھی۔

[illegible]وں جوں عنبر آگے بڑھ رہا تھا سمندری گھاٹی تنگ ہوتی جا رہی [illegible] آخر کار ایک جگہ آکر دونوں پہاڑوں کی دیواریں ایک دوسرے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سے مل گئیں۔ یہاں سے واپس جانا اور پھر اوپر کو اٹھ کر پہاڑ کے اوپر
پہنچنا جہاں سے عنبر نیچے پھسلا تھا بڑی کٹھن کام تھا۔ عنبر نے سامنے
والی پتھریلی دیوار کو غور سے دیکھا۔ اس کے اندر ایک محرابی دروازہ
بنا ہوا تھا۔ اس دروازے کی دونوں جانب گول پتھروں کے دو اونچے
ستون تھے جو کبھی سفید ہوں گے۔ اب ان پر سبز کائی کی گہری تہہ
چڑھی ہوئی تھی۔ اور چھوٹی بڑی مچھلیاں اس کے گرد گھوم رہی تھیں۔
عنبر دروازے کی طرف بڑھا۔

اس کا دروازہ پرانے زمانے کے کھنڈروں سے ملتا جلتا تھا محرابی
کے درمیانی دو ایک پتھروں کے ٹکڑے نیچے گرے ہوئے تھے۔ دروازے
کے اندر غار سا تھا۔ جو سمندری پانی سے بھرا ہوا تھا اور جہاں سبز اندھیرا
پھیلا تھا۔ عنبر دروازے میں سے گذر کر غار میں داخل ہو گیا۔ غار تنگ
ہونے لگا۔ یہاں تک کہ کچھ دور جا کر غار اتنا تنگ ہو گیا کہ عنبر بڑی
مشکل سے آگے گذر سکا۔ اس نے سوچا یہاں سے واپس نکل جانا چاہیے
کہیں وہ کسی مصیبت میں نہ پھنس جائے۔

لیکن جونہی وہ غار کے تنگ دہانے سے نکلا۔ سامنے ایک کھلی جگہ
آگئی جہاں دیواروں کے ساتھ مُردوں کے ڈھانچے لٹک رہے تھے۔
عنبر انہیں غور سے دیکھنے لگا۔ وہ بڑے بڑے ڈھانچے تھے۔ ایک
انسانی ڈھانچے کے سر پر گدھے کی بڑے جبڑے والی کھوپڑی تھی۔
ڈھانچے نے اپنی کھوپڑی خود اپنے ہاتھ کی ہڈیوں میں تھام رکھی تھی۔

عنبر بڑے تعجب سے انہیں تکنے لگا کہ یہ کس زمانے کی یادگاریں ہیں۔
اور یہاں کیسے آگئیں۔ ذرا آگے گیا تو بڑے بڑے چوکور پتھر اِدھر اُدھر
بکھرے ہوئے تھے۔ ان پتھروں کے نیچے بھی انسانی ڈھانچے ٹوٹے پھوٹے
پڑے تھے۔ ان پتھروں سے پرے دس بارہ ستون ریت میں دھنسے آدھے
اوپر کو اٹھے ہوئے تھے۔ عنبر ان کے درمیان سے گذر کر آگے گیا تو یہاں سمندر
کا سبز اندھیرا کچھ کم ہونے لگا۔ پھر اُسے پانی کے اندر ایک آواز سنائی
دی جو ایسی آواز تھی جیسے کوئی آندھی کا شور آہستہ آہستہ اس کی طرف
بڑھ رہا ہو۔

ابھی عنبر اس آواز کے بارے میں غور ہی کر رہا تھا۔ کہ اچانک کسی
نے اسے پیچھے سے اپنے نوکیلے دانتوں والے شکنجے میں جکڑ کر اوپر اٹھا
لیا۔ پھر آگے کو تیزی سے لپکی۔ عنبر کی حرکت لینے کی طاقت پانی کے
شدید دباؤ کی وجہ سے بہت سست ہو گئی تھی۔ اس نے جھک کر دیکھا
کہ سمندری عفریت اسے منہ میں دبائے لئے جا رہا تھا۔ اس کے لمبے
لمبے دونوں ایسے بازو پانی کے اندر حرکت کر رہے ہیں۔ عفریت عنبر
کو دہانے غار کی ایک جانب شگاف سے گھس گیا اور اسے اندر لے
جا کے ہی ریت میں دبانا شروع کر دیا۔

عنبر نے فوراً جوابی حملہ کر دیا۔ اس نے زور لگایا اور عفریت کے
منہ کے شکنجے سے باہر نکلنے کی کوشش کی۔ لیکن عنبر کو پہلی بار محسوس
ہوا کہ اس کی طاقت اسے جواب دے رہی ہے۔ پانی میں شدید دباؤ کی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

وجہ سے اس کا زور نہیں لگ رہا تھا۔ اپنی طرف سے اس نے پورا زو
لگا کر عفریت کے جبڑے میں سے نکلنے کے لئے جھٹکا دیا۔ لیکن اس کا
بڑا معمولی سا اثر ہوا۔ اس کے جواب میں سمندری عفریت نے عنبر کو اٹھ
کر زور سے ریت پر دے مارا۔

عنبر ابھی اٹھ ہی رہا تھا کہ سمندری بلا نے جبڑے کھول کر دوبا
حملہ کیا اور عنبر کو دبوچ کر ایک اور غار میں لے گئی۔ یہاں عنبر نے بڑے
بڑے مگرمچھوں اور ویل مچھلیوں کے ڈھانچے پڑے دیکھے۔ یہ سمندری بلا
ان سب کو چٹ کر چکی تھی۔ یہاں لا کر سمندری بلا نے عنبر کو ریت کے
اندر ایک گڑھے میں دبا کر اوپر سے اس کا منہ بند کر دیا۔ یہ سمندری بلا کس
خونخوار ویل مچھلی سے ملتی جلتی تھی اور وہ انسانوں، حیوانوں اور سمندری
جانوروں کو زندہ ریت میں دبا دیتی تھی۔ پھر جب گوشت گل سڑ جاتا تھا
اُسے کھاتی تھی۔ عنبر نے گڑھے کے اندر کوئی حرکت نہ کی۔

جب اُسے یقین ہو گیا کہ سمندری بلا جا چکی ہو گی تو وہ ریت کو اپنے
اوپر سے ہٹا کر گڑھے سے باہر نکل آیا۔ وہ ایک ایسی مشکل میں پھنس چکا
کہ وہ مر تو نہیں سکتا تھا مگر اس مشکل سے وہ ساری زندگی رہا بھی نہیں
سکتا تھا۔ پانی کے دباؤ کی وجہ سے وہ اوپر نہیں جا سکتا تھا۔ گویا ایک طر
سے وہ ہزاروں سالوں کے واسطے سمندر کی تہہ میں بند ہو کر رہ گیا تھا
یہی وہ سمندری بلا تھی جو عنبر کو اوپر سے کھینچ کر نیچے سمندر کی تہہ میں
آئی تھی اور پھر اسے سمندر گھائی میں چھوڑ کر اس سے خود بخود غار کے

اندر آنے کا انتظار کر رہی تھی۔

عنبر نے سوچا کہ اسے غار سے باہر نکل جانا چاہیے۔

اب جو وہ غار میں پیچھے کی طرف بڑھا تو یہ دیکھ کر اسے سخت مایوسی
ہوئی کہ سمندری بلا ایک بہت بڑا پتھر آگے رکھ کر راستہ بند کرتی گئی
تھی۔ عنبر نے بڑا زور لگایا کہ کسی طرح سے اس پتھر کو اپنی جگہ سے ہٹا
سکے لیکن یہاں بھی اس کی طاقت کسی کام نہ آ رہی تھی اور اس کا زور
بہت ہی کم لگ رہا تھا۔ عنبر ناامید ہو کر پتھر کے ساتھ لگ کر کھڑا ہو گیا۔
اب کیا کرنا چاہیئے؟ یہی ایک سوال تھا جو عنبر کے ذہن میں بار بار
پیدا ہو رہا تھا۔

وہ کچھ دیر وہاں پتھر کے ساتھ چپکا رہا۔ پھر اسے یوں لگا گویا غار
کی دیوار ایک طرف سے پانی میں شق ہو رہی ہے۔ وہ پانی میں اپنی آنکھیں
پوری کھول کر مچھلی کی طرح پلکیں جھپکے بغیر غور سے دیکھنے لگا۔ اسے زرد
رنگ کے پتھروں کا ایک راستہ دکھائی دیا جو دیوار کے اندر جا رہا تھا۔
عنبر آہستہ آہستہ چلتا دیوار کے پاس آیا۔ پھر وہ زرد پتھروں پر آگے
کو چلنے لگا۔ راستہ آگے جا کر اوپر اٹھتا گیا۔ اوپر ایک سنہری گنبد والا
مندر سا بنا ہوا تھا جس کے برآمدے کی چھت سنگ مرمر کے اونچے
اونچے ستونوں پر کھڑی تھی۔

عنبر بڑا حیران ہوا کہ یہاں یہ سنہری گنبد والا مندر کہاں سے آ گیا۔
وہ مندر کے برآمدے میں آ گیا۔ یہاں کوئی مچھلی آس پاس نہیں تھی سمندری

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جھاڑیاں بھی نہیں تھیں۔ برآمدے کی دیوار کے ساتھ ساتھ بڑے خوش نما کنول کے نیلے اور سفید پھول کھلے تھے۔ عنبر برآمدے میں آگے بڑھا۔ سامنے ایک دروازہ تھا جس کے درمیان میں سونے کی ایک بڑی گھنٹی لٹک رہی تھی۔ عنبر اس کے قریب سے گذرا تو وہ اپنے آپ جھولنے اور بجنے لگی۔ عنبر نے اس کی ٹھنکتی ہوئی آواز سنی تو رک کر دائیں بائیں دیکھا کہ اس کو کس نے بلایا تھا؟

وہاں کوئی بھی نہیں تھا۔ وہ پیچھے آنے لگا تو اس کے کانوں میں پانی میں ڈوبی مگر بڑی صاف آواز آئی۔

"اندر چلے آؤ"

عنبر چونک اٹھا۔ یہ آواز کسی عورت کی تھی اور اس میں حکم کا انداز تھا۔ جیسے اُسے حکم دے رہی ہو کہ خبردار بھاگنے کی کوشش کی تو جان سے مار ڈالوں گی۔ عنبر نے سوچا کہ یہاں سے واپس جانے میں ہی بہتری ہے۔ وہ واپس مڑا تو اس کے پاؤں نے پیچھے چلنے سے انکار کر دیا۔ اس نے کئی بار پاؤں پیچھے اٹھانے کی کوشش کی لیکن پاؤں نہ اٹھا سکے۔ جیسے زمین میں من من کے پتھر بن کر رہ گئے ہوں۔

جب اس نے مندر کی طرف منہ کر کے چلنا چاہا تو اس کے قدم اپنے آپ اٹھ گئے اور وہ کسی جادو کے اثر میں آ کر آگے تیرنے لگا۔ آواز بار بار اس کے کانوں سے ٹکرا رہی تھی۔ میرے پاس آجاؤ، میرے پاس آجاؤ، یہ میرا حکم ہے، یہ میرا حکم ہے۔ عنبر پانی کی موٹی اور بھاری

چادر میں کھڑے کھڑے اپنے آپ آگے تیر رہا تھا۔

مندر کی اونچی چھت آگئی۔ درمیان میں ایک گول چھت والی بارہ دری سی تھی جس میں کالے پتھر کی ایک مورتی کھڑی تھی۔ اس مورتی کے دونوں ہاتھوں میں چھریاں تھیں اور آنکھوں میں سرخ یاقوت انگاروں کی طرح دہک رہے تھے۔ اس بلا کی شکل کسی چڑیل ایسی تھی جس کے اوپر والے دانت باہر کو نکلے ہوئے تھے۔ اس کی گردن میں ایک انسانی کٹا ہوا سر لٹکا ہوا تھا جس کی گردن سے خون کے قطرے ٹپک کر پانی میں یاقوت بن کر آگے کو بہتے جا رہے تھے۔ ایسی چڑیل بھی عنبر نے پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی۔

یہ سمندری چڑیل تھی۔ اُس نے عنبر کو اپنے قریب بلا لیا۔ جب عنبر بارہ دری کے پاس پہنچا تو وہ اپنے چبوترے سے نیچے اتر آئی۔ اس کے دانت کھل گئے تھے اور بھیانک چہرے پر ڈراؤنی مسکراہٹ تھی۔ اس نے عنبر کے ماتھے کے ساتھ دونوں چھریوں کی نوک بار بار لگائی اور کچھ بولنے لگی۔ اس کے منہ سے ہر لفظ کے ساتھ پانی کا بلبلہ سا بن جاتا تھا۔ عنبر کو اس کی آواز کانوں کے اندر سنائی دیتی تھی۔ اسے آواز آئی۔

"اسے لے جاؤ، اسے لے جاؤ"

وہ کسی دوسرے سے بات کر رہی تھی۔ عنبر نے دیکھا۔ سامنے ایک جگہ سے سنگ مرمر کا ستون گھومنے لگا پھر وہ اپنی جگہ سے ہٹ گیا اور اس جگہ سے عجیب قسم کی شکلوں والے دو بونے برآمد ہوئے اور عنبر کی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ٹانگوں سے چمٹ کر اسے ستون کی طرف دھکیلنے لگے۔ عنبر یوں پانی میں آگے تیرنے لگا جیسے وہ ان بونوں کے ہاتھوں میں تنکا ہو۔ پانچ ہزار سالوں سے عنبر نے اپنے آپ کو اس قدر ہلکا اور بے وزن کبھی محسوس نہیں کیا تھا۔ ستون کے پاس لے جا کر بونوں نے عنبر کو ایک طرف زور سے دھکیل دیا۔ عنبر ایک ڈھلان پر لڑھکتا چلا گیا۔ پھر گھنٹیوں کے شور میں ایک ایسی جگہ جا کر اپنے آپ رُک گیا جہاں اس کے آس پاس کھمبیوں کی شکل میں سونے کی چھتریاں ہی چھتریاں بنی ہوئی تھیں۔ یہ چھتریاں قدِ آدم تھیں۔

اُن کے درمیان ایک سونے کا ہی چبوترہ تھا۔ عنبر پانی میں اپنے آپ کبھی ایک طرف بہہ جاتا اور کبھی دوسری طرف چلا جاتا تھا۔ ایک بار وہ سونے کے چبوترے کے پاس گیا تو چبوترے نے مقناطیس کی طرح اُسے اپنی طرف کھینچ لیا۔ عنبر اس کے اوپر اچھل کر جا گرا اور اس کے جسم کو سونے کی مقناطیسی طاقت نے اتنی زور سے جکڑ لیا کہ وہ اسے ہلکی سی جنبش بھی نہیں دے سکتا تھا۔

عنبر منہ اوپر مندر کی چھت کی طرف کئے بے بس ہو کر پڑا تھا۔ سمندری مندر کی چڑیل اس کی طرف بڑھنے لگی۔ اس کے دونوں چھریوں والے ہاتھ آگے کو پھیلے تھے۔ اس مندر کی بلا کا جسم اونچا لمبا بے ڈھنگا اور دہشت ناک تھا۔ دانت باہر کو نکلے تھے اور آنکھوں سے شعلے برس رہے تھے۔ وہ عنبر کے سر پر پہنچ کر رک گیا۔ چبوترے کے اوپر آتے ہی اس نے دو زانو بیٹھ کر اپنی دونوں چھریاں عنبر کے سینے پر دائیں بائیں رکھ دیں دونوں

بونے سامنے ستون کے پاس کھڑے بار بار ہاتھ پھیلا رہے تھے۔ گویا وہ انتظار کر رہے ہوں کہ کب ان کی طرف انسانی گوشت کی دو تین بوٹیاں اچھالی جاتی ہیں۔

بلا نے ایک اونچی غراتی ہوئی آواز نکال کر پوری طاقت سے دونوں چھریاں عنبر کے سینے میں گھونپ دیں۔ لیکن وہ ایسا نہ کر سکی۔ یہاں اس کا جادو بے کار تھا۔ کیونکہ دونوں چھریاں عنبر کے سینے میں جانے کی بجائے اوپر سے ہی پھسل کر چڑیل کی ایک ہتھیلی میں گھس کر اُسے زخمی کر گئیں۔ چڑیل چیخ مار کر پیچھے ہٹی۔ اس نے دوسری بار عنبر کی گردن پر وار کیا۔ وہاں بھی کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ اور وہ عنبر کا کچھ نہ بگاڑ سکی۔ پھر اس نے عنبر کی گردن میں اپنے لمبے نوکیلے دانت گاڑنے کی کوشش کی۔ اس کوشش میں اس کے اگلے دو دانت ٹوٹ گئے۔

چڑیل اپنی جگہ پر پریشان تھی اور بونے جن کو گوشت کا انتظار تھا اپنی جگہ پر حیران ہو رہے تھے کہ یہ ماجرا کیا ہے۔ کیونکہ آج تک کبھی ایسا نہیں ہوا تھا۔ عنبر کا جسم ابھی تک چبوترے کی مقناطیس کشش میں پھنسا ہوا تھا۔ وہ صرف اپنے دونوں بازو ہلا سکتا تھا۔ عنبر نے سوچا کہ اس چڑیل پر ایک بار اپنی طاقت کو آزمانا چاہیے۔ شاید اس کی طاقت میں زور پیدا ہو چکا ہو۔ جونہی چڑیل نے عنبر پر جھک کر اُسے غور سے دیکھنے کی کوشش کی، عنبر نے دونوں ہاتھوں سے اس کی گردن دبوچ لی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ایکدم عنبر کو محسوس ہوا کہ اس کی طاقت کا اثر واپس آگیا ہے اور اس کے ہاتھوں کی گرفت میں بڑا زور تھا۔ اس نے چڑیل کی گردن او زور سے دبانی شروع کر دی۔ چڑیل نے دونوں ہاتھوں کے زخمی ہونے کے باوجود عنبر پر چھریاں چلانی شروع کر دیں۔ پھر بونوں کو حکم دیا کہ عنبر کی تکا بوٹی کر دو۔ اُن بونوں کی یہ خاص بات تھی کہ وہ چوہوں کی طرح انسانی جسم پر چڑھ کر اُسے کُتر کُتر کر پل بھر میں ختم کر دیتے تھے۔

چڑیل کا حکم سنتے ہی دونوں بونے بھاگ کر عنبر کے جسم پر سوار ہو گئے اور چوہوں کی طرح اس کے بدن کو اپنے چھوٹے چھوٹے آری ایسے دانتوں سے کاٹنے لگے۔ عنبر کا جسم بھلا کہاں کٹنے والا تھا۔ ہاں ان دونوں کے دانت ضرور عنبر کے پتھر جسم سے ٹکرا کر کٹ کٹ کر گرنے لگے۔ بونوں کا درد کے مارے بُرا حال ہو گیا۔ ان کی چیخیں نکل گئیں اور وہ غصّے میں عنبر کے سر کے پاس آ کر اس کی آنکھوں میں انگلیاں چبھونے لگے۔ عنبر نے چڑیل کو چھوڑ دیا۔ جو ادھموئی ہو کر فرش پر جا گری۔ ۔

عنبر نے ان دونوں بونوں کو پکڑ کر ایک دوسرے کے ساتھ اتنی زور سے ٹکرایا کہ دونوں کے سر پھٹ کر بکھر گئے۔ چڑیل کا گلا عنبر نے جتنی زور سے دبایا تھا اگر اس کی جگہ کوئی گینڈا بھی ہوتا تو مر گیا ہوتا۔ لیکن چڑیل تے بڑی زبردست طاقت تھی۔ آدھموئی سی ہو گئی تھی۔ لیکن پھر اٹھ کھڑی ہوئی اور عنبر پر حملہ کرنے کے لئے لپکی۔ عنبر نے اس کے آتے ہی ایک پاؤں سے اس کی گردن پر اتنی زور سے ضرب لگائی کہ اس کی گردن پر اتنی

زور سے ضرب لگائی کہ اس کی گردن کا منکا کئی جگہوں سے ٹوٹ گیا اور سمندری عفریت چکرا کر زمین پر گر پڑا۔

اس کے گرتے ہی عنبر نے محسوس کیا کہ سونے کے چبوترے کی مقناطیسی کشش ختم ہو گئی ہے وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ پانی کا دباؤ ابھی تک ویسا ہی تھا۔ مگر اس کی طاقت میں پہلے ایسا زور آ گیا تھا۔ یعنی وہ جب پوری طاقت سے مکا مارتا تھا اس کی شدّت میں کمی نہیں ہوتی تھی۔

عنبر سونے کے چبوترے سے اتر کر فرش پر پڑی سمندری بلا کے اوپر آ گیا۔ وہ آخری دم لے رہی تھی اور اس کی آنکھوں کے سرخ یاقوت بجھ رہے تھے۔ اس کا رنگ سیاہ پڑتا جا رہا تھا۔ مندر کے ستون خود بخود گھومنے لگے تھے۔ گنبد دائیں بائیں یوں جھولنے لگا تھا جیسے زلزلہ آ گیا ہو مگر زمین اپنی جگہ پر ویسے ہی تھی۔ وہ بالکل نہیں ہل رہی تھی۔ چڑیل نے آخری ہچکی لی تو اس کی لاش فرش پر پڑے پڑے اپنے غائب ہو گئی۔

لاش کے غائب ہوتے ہی مندر کی ساری گھنٹیاں خود بخود بجنے لگیں۔ ستون گھومتے گھومتے پیچھے ہٹتے چلے گئے۔ مندر گنبد سمٹنے لگا۔ اور پھر عنبر نے دیکھا کہ مندر ایکدم چھوٹا سا ہو کر سمندری گھونگھے جتنا ہو گیا اور سیاہ و سبز دھاریوں والا ایک بڑا مگرمچھ آیا۔ اور اس نے اُس مندر کے گھونگھے کو نگل لیا۔

یہ ایک حیرت انگیز تماشائی تھا جو عنبر نے نہ صرف اپنی آنکھوں سے دیکھا بلکہ اس کے میں خود حصّہ بھی لیا تھا۔ مگر یہ سب کچھ کیا تھا؟

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ایک خواب تھا یا حقیقت تھی؟ اس سوال کا جواب عنبر کو ابھی تک نہیں ملا تھا۔ اسے یہ بھی یقین نہیں تھا کہ وہ اب بھی خواب دیکھ رہا ہے یا نہیں۔

تیرتے تیرتے بلکہ پانی کے اندر کھڑے کھڑے اپنے آپ آگے کو تیرتے عنبر غار سے باہر نکل آیا۔ اب وہ ایک بار پھر دونوں پہاڑوں کی درمیانی گھاٹی میں سے گذر رہا تھا۔ پانی کا دباؤ اسے ایک طرف کو لئے جا رہا تھا۔ اُدھر آہستہ آہستہ روشنی ہو رہی تھی۔ عنبر نے دیکھا کہ سمندر کی تہہ میں کسی بادبانی جہاز کا ایک بہت بڑا ڈھانچہ اوندھا پڑا ہے۔ اس کی لکڑی گل سڑ گئی ہے اور مستولوں پر مونگھوں نے اپنے گھر بنا رکھے ہیں۔ یہ کوئی غرق شدہ جہاز تھا۔

عنبر اس جہاز کے ٹوٹے پھوٹے ڈھانچے میں چلنے لگا۔ ایک جگہ اس نے لوہے کا چھوٹا صندوق دیکھا جس پر زنگار کی موٹی تہہ جمی ہوئی تھی۔ عنبر کے دل میں خیال آیا کہ دیکھنا چاہئے اس صندوق میں کیا ہے۔ اس کی طاقت واپس آ چکی تھی اور اب وہ زمین کی کشش کم محسوس نہیں کر رہا تھا۔ اُس نے صندوق پر زور سے پاؤں مارا۔ اس کا ڈھکنا کھل گیا اور اس کے اندر سے ایک انسانی کھوپڑی اُچھل کر عنبر کی طرف آئی اور اس کے سر کے گرد چکر لگانے شروع کر دیئے۔ عنبر اپنی جگہ خاموش کھڑا رہا۔ وہ دیکھنا چاہتا تھا کہ یہ کھوپڑی کیا کرتی ہے اور اس کا مقصد کیا ہے۔ بہت جلد کھوپڑی نے اپنا مقصد ظاہر کر دیا۔ وہ پانی کے اندر ہی اندر تیرتی ٹوٹے پھوٹے بادبانی جہاز کے ملبے میں ایک طرف گئی اور رک کر جیسے نیچے کچھ دیکھنے لگی۔ عنبر نے

اس کے پاس جا کر دیکھا۔ وہ جہاز کے پیندے کے سوراخ میں سے کچھ دیکھنے کی کوشش کر رہی تھی۔

عنبر نے جھک کر سوراخ کے اندر دیکھا۔ نیچے لکڑی کے بڑے بڑے گٹھوں اور اسباب کے نیچے ایک چھوٹا سا انسانی ڈھانچہ پھنسا ہوا تھا۔ پھر جیسے عنبر کے کانوں میں اس کھوپڑی کی باریک آواز سنائی دی۔

"یہ میرا بیٹا ہے۔ وہ اس کمرے میں تھا کہ طوفان آگیا اور جہاز سمندر میں غرق ہو گیا۔ میری گردن کاٹ کر جہاز کے کپتان نے اس صندوق میں بند کر رکھی تھی۔ جہاز کا کپتان بھی مر گیا۔ میرے بچے کے ڈھانچے کو لکڑی کے گٹھوں کے نیچے سے نکالو۔ میں اسے ساتھ لے کر جنت میں جانا چاہتی ہوں۔ میری روح اس کھوپڑی میں کئی سالوں سے اس سمندر میں قید تھی۔ خدا کا شکر ہے کہ تم یہاں آئے۔ اب میری مدد کرو۔ میرا بچہ مجھے واپس لا دو۔"

عنبر پیندے کے سوراخ میں سے نیچے جہاز کے اندر اتر گیا۔ انسانی بچے کا ڈھانچہ بھاری مال اسباب کے نیچے بُری طرح پھنسا ہوا تھا۔ مگر عنبر کی طاقت واپس آ چکی تھی۔ اس نے تھوڑا سا زور لگایا اور بچے کے ڈھانچے کو ملبے کے نیچے سے نکال لیا۔ اس کی ماں کی روح اوپر جھانک رہی تھی۔ عنبر کو یوں محسوس ہوا جیسے چھوٹے انسانی ڈھانچے میں سے کوئی چھوٹا سا سفید سایہ اُبھر کر اوپر جہاز کے سوراخ کی طرف گیا۔

عنبر بھی جہاز کے سوراخ سے باہر آ گیا۔ وہاں نہ بچے کی رُوح تھی اور

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نہ اس کی ماں کی کھو پڑی تھی۔ اچانک اُسے بچے کے ماں کی روح کی آواز سنائی دی :

"عنبر! میں جنت میں اپنے بچے کے ساتھ جا رہی ہوں۔ میں تمہارا احسان کبھی نہیں بھلاؤں گی۔ ایک دن سب انسانوں کو اسی جنت میں آنا ہے۔ تم بھی ایک دن وہاں ضرور آؤ گے پھر میں اور میرا بچہ جنت کے دروازے پر تمہارا استقبال کریں گے۔

خدا حافظ!"

عنبر جہاز کے ملبے سے باہر آیا تو اسے یوں لگا جیسے نیکی کا ایک کام کرنے کے بعد وہ ہلکا پھلکا سا ہو گیا ہے اور اپنے آپ سمندر کے اندر اوپر ہی اوپر اٹھتا چلا جا رہا ہے ——— سمندر کا دباؤ بے حد ہلکا ہو گیا تھا۔ آخر سمندر کی سطح کے قریب آ کر یہ دباؤ نہ ہونے کے برابر رہ گیا اور عنبر نے موجوں کے باہر سر نکال کر دیکھا۔ سمندر چاروں طرف پھیلا ہوا تھا۔ آسمان پر کوئی پرندہ تک نہیں اڑ رہا تھا۔ لہریں اس کے اردگرد بھی چلی جا رہی تھیں۔ عنبر نے سمندر سے باہر آنے پر خدا کا شکر ادا کیا۔ اُسے یقین نہیں تھا کہ وہ کبھی سورج کی روشنی پھر بھی دیکھ سکے گا۔ وہ لہروں پر سیدھا لیٹ گیا۔

دھوپ آہستہ آہستہ ڈھلنے لگی۔ سورج سمندر کے اوپر سفر کرتا مغرب کی طرف جھک گیا تھا۔ عنبر سمندر کی لہروں پر چت لیٹا تھا۔ ایک سفید پروں والا پرندہ اس کے اوپر سے غوطہ مار کر نکل گیا۔ سمندر کے سفر میں اسے یہ تجربہ ہو چکا

تھا کہ اس قسم کے پرندے اس وقت سمندر میں دکھائی دیتے ہیں جب ساحل قریب ہو۔ عنبر نے لہروں پر سر اٹھا کر دیکھا۔ دور ایک سیاہ لکیر نظر آ رہی تھی۔ اس کا دل خوشی سے اچھل پڑا۔

یہ زمین کی لکیر تھی۔ عنبر نے بڑی تیزی سے اس کالی لکیر کی طرف تیرنا شروع کر دیا۔ اُس نے جو زور زور سے پانی میں ہاتھ پاؤں مارے تو کچھ فاصلے پر سمندر کے اندر تیرتی ہوئی ایک خونخوار شارک مچھلی کو پتہ چل گیا کہ اوپر کوئی انسان تیر رہا ہے۔ یہ پندرہ فٹ لمبی اژدہا قسم کی ایک آدم خور شارک مچھلی تھی جو جہازوں سے سمندر میں گرے ہوئے انسانوں کو ایک منٹ میں پھاڑ کر کھا جاتی تھی۔

شارک بجلی ایسی تیزی سے سمندر کے اوپر آ گئی۔ کچھ روز اس نے انسان کو تیرتے دیکھا تو پچاس میل فی گھنٹہ کی رفتار سے اس کی طرف بڑھی۔ عنبر اپنے خیال میں تیرتا جا رہا تھا کہ اُسے یوں لگا جیسے پانی کے اندر لکڑی کی کوئی گیلی اس کی ٹانگ سے ٹکرا گئی ہو۔

شارک نے پانی کے اندر حملہ کر دیا تھا۔ اس نے عنبر کی ٹانگ پر ٹکر ماری کہ اسے دو ٹکڑے کر دے مگر عنبر کی ٹانگ تو چٹان تھی۔ اس سے ٹکرا کر شارک بوکھلا سی گئی اور اس کا تیز دھار والا سینگ آگے سے ٹوٹ گیا۔ اب وہ اُبھر کر پانی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کے اوپر آگئی۔ اس وقت عنبر نے اپنے سامنے شارک کو دیکھا۔
شارک مچھلی اپنا نوکیلے تلوار ایسے دانتوں والا منہ کھول کر عنبر کی طرف بڑھی۔ جب وہ قریب آئی تو عنبر نے پوری طاقت سے شارک کے جبڑے پر اپنا مکّا مارا۔ یہ ضرب اتنی شدید تھی کہ شارک کے جبڑے کا ایک حصّہ ٹوٹ کر لٹکنے لگا۔ شارک تڑپ کر ایک طرف کو ہٹ گئی۔ اُس نے تیسری بار عنبر پر حملہ کیا تو عنبر اچھل کر اس کی پیٹھ پر سوار ہو گیا اور آگے ہو کر اس کے ٹوٹے ہوئے جبڑے کو ایک زوردار جھٹکے سے الگ کر دیا۔ خون کا فوارہ چھوٹا اور شارک سمندر سے دس فٹ اوپر اچھل کر دوبارا سمندر میں آن گری۔ اس میں طاقت نہیں رہی تھی وہ پانی میں تڑپ رہی تھی۔ وہاں سمندر خون سے بھر گیا تھا۔ عنبر نے اس کے بعد شارک پر حملہ کرنے کی ضرورت محسوس نہ کی۔ کیونکہ وہ بے جان ہو کر سمندر کے اندر اتر رہی تھی۔
عنبر نے سیاہ لکیر کو دیکھا جو اب درختوں کی قطار میں بدل گئی تھی یہ دور دراز سمندروں میں ایک ویران اور ہیبت ناک جزیرہ تھا جس کے سب سے اونچے آتش فشاں پہاڑ میں ہر وقت لاوا اُبلتا رہتا تھا۔ عنبر کو سمندری لہروں نے اس جزیرے کے اُجاڑ ساحل پر لا کر ڈال دیا۔ کچھ دیر عنبر کنارے کی گیلی ریت پر سکون سے لیٹا رہا اور ماریا اور ناگ کے بارے

میں سوچتا رہا۔ اُسے اُن کی کوئی خبر نہیں تھی کہ پیچھے لندن میں اُن پر کیا گذری اور وہ ہوٹل میں ابھی تک عنبر کا انتظار کر رہے تھے کہ وہاں سے چلے گئے تھے۔ اُسے یہ بھی نہیں معلوم تھا کہ ماریا اور ناگ پیرس کے ایک ہوٹل میں اس کا انتظار کر رہے ہیں۔
عنبر کچھ دیر بعد ریت پر سے اٹھا۔ اُس نے پچاس ساٹھ قدموں کے فاصلے پر شروع ہونے والے جنگل کے درختوں کو دیکھا۔ وہاں قبرستان ایسی خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ یہ کچھ عجیب پُراسرار سا جزیرہ لگ رہا تھا۔ جنگل کے درختوں پر کوئی پرندہ بھی نہیں بول رہا تھا۔ شام ہو رہی تھی۔ سورج دور— بہت دور سمندر میں ڈوب رہا تھا۔ عنبر نے ساحل کے ساتھ چلنا شروع کیا۔ جزیرے کا ساحل دُور دُور تک ویران تھا۔ انسانی آبادی کے کوئی آثار دکھائی نہیں دے رہے تھے۔ سمندر میں کوئی کشتی نظر نہیں آ رہی تھی۔ سفید پرندوں کی ایک قطار سمندر کی طرف سے اڑتی ہوئی آئی اور جزیرے کے جنگل میں کہیں غائب ہو گئی۔ کافی دور —— جزیرے کے اندر ایک اونچا پہاڑ کھڑا تھا جس کی چوٹی پر جمے ہوئے لاوے کا شیشہ ڈوبتے سورج کی آخری کرنوں میں سُرخ چمک دے رہا تھا۔
چلتے چلتے عنبر جزیرے کے مشرقی کنارے کی طرف آ گیا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

یہاں سمندر میں کہیں کہیں چٹانیں ابھری ہوئی تھیں۔ سمندر کی لہریں ان چٹانوں سے ٹکرا کر جھاگ اڑاتی واپس جاتی تھیں۔ بائیں طرف گھنے درختوں کا سلسلہ تھا جو جزیرے کے پُراسرار خاموش اور ہیبت ناک جنگل کے ساتھ جا کر مل جاتا تھا۔ عنبر نے سوچا۔ رات سر پر آ رہی ہے کوئی ایسی جگہ ڈھونڈھنی چاہیے جہاں آرام سے رات بسر کی جا سکے۔ پھر صبح اٹھ کر جنگل کے اندر چل کر دیکھا جائے گا کہ اگر وہاں کوئی آبادی ہے تو اُن سے مدد لیکر جزیرے سے نکلا جا سکے۔

ایک چھوٹی چٹان ساحل سے تھوڑی دُور ریت پر کھڑی تھی۔ وہاں تک سمندر کی لہریں نہیں آتی تھیں اور ریت خشک تھی عنبر نے سوچا کہ یہاں رات بسر کرنی چاہیئے۔ وہ چٹان کے پاس آ گیا۔ زلزلوں اور تیز سمندری طوفانوں نے اس چٹان میں گہرے گڑھے ڈال رکھے تھے۔ ایک گڑھا کافی کھوکھلا اور اندر سے کھُلا تھا۔ عنبر اس کے اندر آ کر دراز ہو گیا۔

سمندر میں سورج کے ڈوبتے ہی جزیرے پر ایکدم سے رات آ گئی اور اندھیرا چھا گیا۔ عنبر کوکھوہ میں لیٹے لیٹے آسمان نظر آ رہا تھا جس پر ستارے چمکنے لگے تھے۔ سارے جزیرے پر گہری خاموشی اور زیادہ گہری ہو گئی۔ اس خاموشی میں اگر کوئی آواز آ رہی تھی تو وہ صرف لہروں کے ہلکے ہلکے شور کی آواز تھی۔ عنبر اس قدر تھک گیا تھا کہ اُسے نیند آ گئی اور وہ سو گیا۔

پُراسرار عورت کا سایہ

آدھی رات کو عنبر کی آنکھ کھل گئی۔

اُس نے ایک آواز سنی تھی۔ یہ آواز کسی عورت کی چیخ کی آواز تھی۔ پھر اُسے خیال آیا کہ شاید یہ اُس کا خواب تھا۔ کیونکہ جزیرے پر ہر طرف سناٹا تھا۔ لہروں کی آواز بھی آدھی رات کو ہلکی ہو گئی تھی۔ عنبر نے آنکھیں بند کر لیں اور سونے کی کوشش کرنے لگا۔ ٹھیک اس وقت وہ چیخ جزیرے کی ہیبت ناک خموشی میں ایک بار پھر اُبھری۔

عنبر اٹھ کر بیٹھ گیا۔ یہ چیخ اُسے بالکل صاف سنائی دی تھی یہ کسی عورت کی آواز تھی۔ چیخ میں درد اور کرب کے ساتھ ساتھ بین کرنے کا لہجہ زیادہ تھا۔ یہ بڑی ڈراؤنی آواز تھی۔ اور اس نے جزیرے کی قبر ایسی خاموشی کو اور زیادہ ہولناک بنا دیا۔ عنبر کی جگہ کوئی دوسرا انسان ہوتا تو وہ یہی سمجھتا کہ یہ کسی چڑیل کی آواز ہے اور وہ اُسے سنتے ہی غش کھا کر گر پڑتا اور شاید اگلی دنیا میں بھی پہنچ جاتا۔ لیکن عنبر ایک

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بہادر نوجوان بھی تھا اور اسے اس قسم کے جزیروں میں راتیں گذارنے کا تجربہ بھی تھا۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ اُسے اس بات کی بھی بڑی بے فکری تھی کہ دنیا کی کوئی چڑیل اسے ہلاک نہیں کر سکتی۔

لیکن اس چیخ کے بارے میں عنبر کو یقین تھا کہ یہ کسی لڑکی کی چیخ ہے جو کسی نہ کسی طرح اس ویران اُجاڑ جزیرے میں آن پھنسی ہے اور اب راتوں کو اٹھ کر بین کرتی پھرتی ہے۔ وہ چٹان کی کھوہ میں سے باہر نکل آیا۔ آسمان ستاروں سے بھرا ہوا تھا۔ جزیرے کی رات سنسان تھی۔ جنگل کے درخت خاموش اندھیرے میں ڈوبے ہوئے تھے۔ عنبر نے جنگل کی طرف دیکھا۔ عورت کی ڈراؤنی چیخ کے بعد جنگل اور زیادہ آسیب زدہ لگنے لگا تھا۔

عنبر کو یہ اندازہ نہیں ہو سکا تھا کہ وہ ڈراؤنی آواز کس طرف سے آئی تھی۔ کیونکہ اس وقت وہ چٹان کے اندر تھا۔ ویسے آواز سے لگتا تھا کہ عورت کہیں جنگل میں قریب ہی ہے اتنے میں چیخ کی آواز ایک بار پھر سنائی دی۔ ایک بار تو عنبر بھی خوف سے کانپ اٹھا۔ یہ سچ مچ بڑی بھیانک آواز تھی۔ ایسا محسوس ہوا کہ جیسے کوئی اس عورت کو ذبح کر رہا ہے۔ آواز میں بے بسی آہ و فغان اور موت کی دہشت تھی۔

اس بار آواز جزیرے کی جنوب سے آئی تھی اور کچھ فاصلے سے سنائی دی تھی۔ عنبر جدھر سے آواز آئی تھی اُدھر کو چل پڑا۔ جزیرے پر ستاروں کو اتنی دھیمی دھیمی روشنی ضرور تھی کہ عنبر اپنا راستہ تلاش کر سکتا تھا۔ ساحل کی ریت کو پیچھے چھوڑ کر عنبر خدا کا نام لے کر جنگل میں داخل ہو گیا۔ آواز اسی طرف سے آئی تھی۔ جنگل اس قدر گھنا تھا کہ عنبر کو درختوں اور جھاڑیوں میں سے گذرنا مشکل ہو گیا۔ گھنا جنگل ہونے کی وجہ سے جھاڑیاں آپس میں ملی ہوئی تھیں پھر بھی وہ جھاڑیوں اور درختوں کی لٹکتی شاخوں کو پرے ہٹاتا، مکڑی کے جالوں کو توڑتا آگے بڑھتا چلا گیا۔

اب وہ اس انتظار میں تھا کہ آواز پھر سنائی دے۔ لیکن وہ آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔ جنگل پر سناٹا چھا گیا تھا۔ صرف درختوں کی شاخوں کو پرے ہٹانے اور جھاڑیوں میں سے عنبر کے گذرنے کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ آگے جنگل اور زیادہ گھنا ہو گیا۔ مگر یہاں جھاڑیاں نہیں تھیں۔ لمبی گھاس ضرور اُگی ہوئی تھی۔ عنبر کی نگاہ اندھیرے کی عادی ہو گئی تھی۔ وہ درختوں کے تنوں اور گھاس کے مدھم مدھم خاکے سے دیکھ رہا تھا۔

عنبر نے درخت کی ایک لٹکتی شاخ کو سامنے سے ہٹایا تو وہ اس کے بازو سے لپٹ گئی۔ یہ اس جزیرے کا سب سے

زیادہ زہریلا سانپ تھا جس کی پھنکار کے ساتھ چنگاریاں نکلتی تھیں۔ سانپ کے منہ سے چنگاریاں پھوٹ کر عنبر کے منہ پر پڑیں عنبر نے دوسرے ہاتھ سے سانپ کو پکڑنے کی کوشش کی تو سانپ نے اس کی کلائی پر ڈس لیا۔ عنبر پر تو زہر کا اثر ہوتا ہی نہیں تھا۔ اس نے سانپ کی گردن مروڑ کر اسے پھینک دیا آگے جنگل ذرا کھلا ہو گیا تھا۔ لیکن درختوں کی شاخیں کافی نیچے نیچے تک لٹک رہی تھیں۔

راستے میں عنبر پر کئی سانپوں نے حملہ کیا اور اپنی موت آپ مر گئے۔ ایک اژدہا نے تو عنبر کو ثابت نگلنے کی کوشش کی۔ اُس پر عنبر کا پیر آ گیا تھا۔ عنبر نے اسے بھی ہلاک کر کے پھینک دیا۔ جنگل خاموش تھا۔ کسی وقت ایسے لگتا تھا جیسے جنگل آہستہ آہستہ سانس لے رہا ہے۔ عورت کی چیخ پھر بلند نہیں ہوتی تھی۔ عنبر حیران تھا کہ چیخ پھر سنائی کیوں نہیں دی؟ کہیں وہ کسی چڑیل ہی کی چیخ تو نہیں تھی؟ کیونکہ اس قسم کے ویران جنگلوں میں اکثر چڑیلوں کا بسیرا ہوتا ہے۔ عنبر چڑیل سے بھی مقابلہ کرنے کو تیار تھا۔

اچانک عنبر کو اس خاموشی میں آہٹ سی سنائی دی۔ وہ چلتے چلتے وہیں رُک گیا اور کان لگا کر آہٹ کو دوبارا سننے کی کوشش کرنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد وہی آہٹ پھر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سنائی دی۔ عنبر کو یوں لگا جیسے کوئی خشک پتوں پر چل رہا ہے۔ عنبر نے اندھیرے میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے کی کوشش کی۔ وہاں آس پاس سوائے گنجان درختوں کے بڑے بڑے سیاہ تنوں کے اور کچھ بھی نہیں تھا۔

پھر یہ آہٹ کی آواز کس کی تھی؟ عنبر نے سوچا۔ کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ وہ چڑیل یا عورت جس کی چیخ جنگل میں گونجی تھی چھپ کر اس کا پیچھا کر رہی ہے؟ عنبر نے اپنے پیچھے پلٹ کر دیکھا۔ وہاں بھی سوائے درختوں اور اندھیرے کے اور کچھ نہیں تھا۔ اور پھر ایکدم سے عنبر کو ایک سایہ ایک درخت کی اوٹ سے نکل کر دوسرے درخت کی طرف جاتا دکھائی دیا عنبر جلدی سے چھپ گیا اور اندھیرے میں اس سائے کو دیکھنے کی کوشش کرنے لگا جو ایک درخت کے پیچھے چھپ گیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ سایہ درخت کی اوٹ سے نکلا اور سوکھے پتوں پر سے گذرتا ایک طرف کو چلا۔

یہ سایہ کسی عورت کا تھا۔ اندھیرے میں بھی عنبر نے دیکھا کہ اس سائے کے لمبے لمبے بال تھے اور جسم پر جھاڑیاں اور پتے لپٹے ہوئے تھے۔ عنبر نے سوچا کہ وہ اس کا پیچھا کرے یا وہ اپنی جگہ سے نہ ہلا۔ کیونکہ وہ سایہ بھی ایک درخت کے پاس جا کر رُک گیا تھا۔ عنبر سے سائے کا فاصلہ زیادہ نہیں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تھا۔ درخت کے پاس جا کر سائے نے پیچھے پلٹ کر دیکھا۔ اندھیرے میں عنبر کو سائے کا ہلکا سا خاکہ ہی دکھائی دے رہا تھا۔ اُسے سوائے دو گہری گہری اور چمکتی آنکھوں کے اور کچھ دکھائی نہ دیا۔ سایہ کچھ دیر اپنی جگہ پر ساکت کھڑا رہا۔ پھر اس نے ہاتھ اوپر بڑھا کر درخت کی شاخ پر سے کوئی شے توڑ کر کھانی شروع کر دی۔

عنبر کو کھانے کی کچر کچر کی آواز صاف سنائی دے رہی تھی۔ اُسے خیال آیا کہ اس بھید پر سے ابھی پردہ اٹھا دینا چاہئے کہ یہ عورت چڑیل ہے یا کوئی جن بھوت ہے۔ آگے بڑھ کر اُسے قابو میں کر لینا چاہئے۔ پس عنبر درخت کی اوٹ سے نکلا۔ اس کے پاؤں کے نیچے پتے چرچرائے۔ سائے کے ہاتھ سے درخت کا پھل گر پڑا۔ اس نے چونک کر عنبر کی طرف دیکھا ایک خوفناک آواز حلق سے نکالی اور لپک کر اندھیرے میں گم ہو گیا۔

عنبر جلدی سے اس جگہ پر آیا جہاں ایک سیکنڈ پہلے وہ پراسرار سایہ کھڑا تھا۔ گھاس پر درخت کے ادھ کھائے پھل پڑے تھے۔ عنبر نے اندھیری رات میں ارد گرد سارا جنگل چھان مارا۔ لیکن اس سائے کو تو جیسے زمین نے نگل لیا تھا۔ نا امید ہو کر وہ جنگل سے نکلنے کے لئے واپس ہوا۔ جب وہ جنگل سے

باہر آیا تو صبح کی روشنی آسمان کے مشرقی حصے میں اُبھرنا شروع ہو گئی تھی۔ گویا پو پھٹ رہی تھی۔ عنبر اپنی پناہ گاہ چٹان کی طرف چلا تو جنگل کی جانب وہی بھیانک اور ڈراؤنی مگر دردناک چیخ پھر سنائی دی۔ عنبر کے قدم اپنے آپ رُک گئے۔ لیکن یہ آواز اس بار جنگل میں بہت دور سے آئی تھی۔

عنبر چٹان کے اندر آ کر لیٹ گیا اور آواز کے بارے میں سوچنے لگا کہ یہ عورت کون ہو سکتی ہے؟ کیا یہ کوئی چڑیل ہے یا سچ مچ کی کوئی اپنے گھر بار سے بچھڑی ہوئی بدنصیب عورت ہے؟ یا کوئی جنگلی عورت ہے؟ مگر جنگلی عورت کو یوں آدھی آدھی رات کو درد بھری آوازیں نکالنے کی کیا ضرورت ہے۔ عنبر نے اس عورت کا جو اندھیرے میں سایہ دیکھا تھا اس سے یہی اندازہ لگایا تھا کہ وہ چڑیل نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ چڑیل کے لمبے لمبے ناخنوں، دانت ہوتے ہیں اور اس کی آنکھیں سُرخ ہوتی ہیں۔ جبکہ اس عورت کی آنکھوں میں سرخ چمک نہیں تھی اور اس کے لمبے دانت بھی نہیں تھے۔ عنبر جتنا سوچتا وہ عورت اتنی ہی پراسرار ہوتی جا رہی تھی۔ عنبر نے آخر یہی فیصلہ کیا کہ وہ دن کی روشنی میں اس پراسرار جنگلی عورت کو تلاش کرے گا۔ اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ کچھ دیر ماریا اور ناگ کے بارے میں خیال کیا کہ وہ لندن میں کس شدت سے اس کا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

انتظار کر رہے ہوں گے۔ پھر اُسے نیند آ گئی۔

عنبر سو رہا تھا اور جزیرے پر بادل چھانا شروع ہو گئے۔ یہ کالے کالے بادل تھے جنہیں سمندری ہوائیں دُور دُور سے اڑائے لئے آ رہی تھیں۔ بادلوں نے ہلکے ہلکے گرجنا شروع کر دیا۔ ہوا جزیرے کے درختوں کو جُھولا جھُلا رہی تھی لیکن ہوا نے طوفان کی شکل اختیار نہیں کی تھی۔ عنبر چٹان کے اندر گہری نیند سو رہا تھا۔ ٹھیک اُس وقت ایک بادبانی جہاز جزیرے کے مغربی ساحل سے تھوڑی دور سمندر میں آ کر رُک گیا۔

یہ بحری ڈاکوؤں کا جہاز تھا جس کا کپتان کیپٹن کِڈ تھا۔ بحری ڈاکوؤں کی تاریخ میں کیپٹن کِڈ کو خونی کپتان کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ یہ ظالم شخص چنگیز خان اور ہلاکو سے زیادہ سنگ دل تھا۔ کسی شخص کو قتل کر دینا اس کے لئے بڑی معمولی بات تھی۔ اس کے دل میں رحم کے لئے کوئی جگہ نہیں تھی۔ اس کی عمر پچاس سال کی تھی اور وہ سینکڑوں انسانوں کا خون کر چکا تھا۔ اس کا قد چھوٹا شانے چوڑے اور داڑھی بھری بھری گنجان تھی۔ کانوں میں سونے کی مندراں پہنتا تھا۔ سر پر نیلی ٹوپی رکھتا اور ماتھے اور گالوں پر زخموں کے نشان تھے۔ اس کا ہاتھ ہمیشہ تلوار کے قبضے پر رہتا۔ چھ مہینے تک سمندر میں

تجارتی اور مسافروں کے جہازوں کو لوٹنے کے بعد وہ سونے اور جواہرات سے بھرے ہوئے چار صندوق لے کر جزیرے پر آیا تھا۔ اس زمانے کے بحری ڈاکوؤں کا یہ طریقہ تھا کہ وہ لوٹ مار کا مال کچھ خرچ کرتے کچھ جہاز کے ڈاکوؤں میں بانٹ دیتے لیکن جواہرات ہیرے موتی اور سونے کے سکّے صندوقوں میں بند کر کے کسی ویران جزیرے پر آ جاتے۔ یہ جہاز کے کپتان کا حصّہ ہوتا تھا۔ کپتان دو چار ڈاکوؤں کے سروں پر صندوق رکھوا کر جزیرے کے کسی دشوار گذار حصّے میں آ کر ان سے زمین کھدواتا گڑھے میں خزانے کے صندوق رکھواتا اور جب ساتھ آئے ہوئے ڈاکو گڑھے میں مٹی ڈال چکتے۔ تو کپتان بڑی مکاری کے ساتھ انہیں گولی مار کر یا تلوار کے وار سے ہلاک کر ڈالتا تاکہ وہ زندہ رہ کر اس کے خزانے کا راز کسی کو نہ بتا سکیں۔ اس کے بعد ڈاکو کپتان خزانے کا گڑھا پُر کر کے اوپر گھاس ڈالتا۔ اس پر کوئی خاص نشانی رکھ دیتا تاکہ جب کبھی وہ آئے تو اسے خزانے کا پتہ چل سکے۔ جہاز پر واپس آ کر وہ خزانے اور جزیرے کا ایک نقشہ بنا کر اُسے اپنی صدری کی اندر والی جیب میں سنبھال کر رکھ لیتا۔ یہی وہ خزانے کا نقشہ ہوتا تھا جس کو حاصل کرنے کے لئے اس زمانے کے لوگ ایک دوسرے کو قتل کر دیتے تھے۔ یہ نقشہ بحری کپتان کی موت

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تک اس کے ساتھ رہتا تھا۔ مرتے وقت بحری کپتان اس نقشے کو یا جلا ڈالتا تھا اور یا سمندر میں پھینک دیا کرتا تھا۔ کیونکہ لوٹ مار کے خزانے کو وہ کسی ملک میں نہیں لے جا سکتا تھا۔ اس طرح سے اس کو گرفتار کر کے اس پر ڈاکے اور سینکڑوں انسانوں کے قتل کا مقدمہ چل سکتا تھا۔

یہ انجام ہوتا تھا ان بحری ڈاکوؤں کے سرداروں کا جو سمندروں میں بے گناہ انسانوں کو لوٹ کر قتل کرتے تھے۔ قیمتی خزانہ جمع کرتے تھے اور آخر میں اُس خزانے میں اسے ایک پائی لئے بغیر اگلی دنیا کو سدھار جاتے۔ اور اپنے پیچھے خزانے کا نقشہ چھوڑ جاتے تھے۔ اس کے بعد اُن لوگوں کی مصیبتوں اور دردناک موت کا سلسلہ شروع ہو جاتا تھا جو اس نقشے کو لے کر خزانے کی تلاش میں نکلتے تھے۔ ایسے ہی وحشی اور سنگدل بحری ڈاکوؤں کے سردار کپتان کڈ کا یہ بحری جہاز تھا جو دن نکلتے ہی جزیرے کے مغربی ساحل پر آن لگا تھا۔ اس پر انسانی کھوپڑی کے نشان والا کالا جھنڈا لہرا رہا تھا۔ اور بحری ڈاکو اپنے اپنے کام میں مصروف تھے۔ خونخوار کپتان کڈ ایک چھوٹی کشتی پر خزانے کے دونوں صندوق لادے ساحل پر آگیا۔ اس کے ایک ہاتھ میں چمکتی ہوئی ننگی تلوار تھی۔ دوسرا ہاتھ تنگ اور پھولی ہوئی برجس کی پیٹی پر تھا جہاں اس کا

بھرمار پستول جھول رہا تھا۔

وہ چاروں ڈاکوؤں کے سروں پر خزانے کے صندوق اٹھوا کر جزیرے کے جنگل میں داخل ہو گیا۔

دوسری طرف عنبر کی بھی آنکھ کھل گئی۔ وہ کبھی اتنی دیر تک نہ سویا تھا۔ شاید اس کے کبھی نہ تھکنے والے جسم کو آج آرام کی ضرورت تھی۔ چٹان کی کھوہ میں سے سورج کی کرنیں اس کی آنکھوں پر پڑیں تو اُس کی جاگ کھل گئی۔ وہ کھوہ سے باہر نکل آیا۔ اور پراسرار سائے اور بھیانک چیخ والی عورت کی تلاش میں جنگل میں داخل ہو گیا۔ عنبر جزیرے کے مشرقی جنگل کی جانب تھا اور بحری ڈاکوؤں کا سردار کپتان کڈ جزیرے کے مغربی جنگل میں آگے بڑھ رہا تھا۔

دونوں ڈاکو خزانے کے صندوق اٹھائے آگے آگے جا رہے تھے۔ ایک ڈاکو تلوار سے جھاڑیاں اور درختوں کی لٹکی ہوئی شاخیں کاٹ کر راستہ صاف کرتا جاتا تھا۔ کپتان کڈ پیچھے تھا۔ اور اپنے بھاری بھرکم جسم کو ریچھ کی طرح لہرا کر چل رہا تھا۔ اس کے خونی چہرے پر ایک مکروہ سازش جھلک رہی تھی۔ جنگل میں دور ایک ٹیلے کی اوٹ میں پہنچ کر کپتان کڈ نے رکنے کا حکم دیا۔ تلوار والا ہاتھ اٹھا کر اُس نے غرّا کر کہا۔

"بس۔ اسی جگہ زمین کھود دو۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تینوں ڈاکو زمین کھودنے لگے۔ کیپٹن کڈ پاس ہی ایک پتھر پر جھاڑی کے پاس بیٹھ کر پائپ پینے لگا۔ وہ ایک ہاتھ کی انگلیاں پستول کے دستے پر بجا رہا تھا۔ دوسرا ہاتھ تلوار کے قبضے پر تھا۔ اس کی جیب میں ایک دوسرا پستول بھی تھا۔ جو اس نے خفیہ رکھا ہوا تھا۔ جب خزانے کا گڑھا کھُد گیا تو خونی کیپٹن نے حکم دیا کہ خزانے کے صندوق دفن کر دیئے جائیں۔

ڈاکوؤں نے اسی وقت دونوں صندوق گڑھے میں اتارے اور اوپر مٹی ڈالنی شروع کر دی۔ دو ڈاکو گڑھے کے اندر تھے اور تیسرا ڈاکو گڑھے کے باہر کھڑا پھاوڑے سے اندر مٹی پھینک رہا تھا۔ کیپٹن کڈ گڑھے کے اوپر کنارے پر کھڑا ہو گیا اس کا دوسرا ہاتھ جیب میں گیا۔ جب وہ جیب سے باہر نکلا تو ایک پستول اس ہاتھ میں بھی تھا۔ خونی کپتان نے ایک ہلکا سا قہقہہ لگایا اور کہا۔

"اب تم بھی خزانے کے ساتھ ہی آرام کرو"۔

اور گڑھے کے اندر صندوقوں پر مٹی ڈالتے ڈاکوؤں پر دھڑا دھڑا پستول سے دو فائر کر دیئے۔ پستول کے دھماکوں سے سارا جنگل گونج اٹھا اور درختوں پر بیٹھے ہوئے سفید پرندے پھڑ پھڑا کر اڑ گئے۔ دھماکوں کی آواز عنبر نے بھی سنی۔ وہ پرسرار چڑیل کی تلاش چھوڑ کر جدھر سے دھماکوں کی آواز آئی تھی اُدھر

کو چل پڑا۔

ایک ڈاکو جو باہر کھڑا تھا۔ وہ تھر تھر کانپنے لگا۔ اُسے معلوم ہو چکا تھا۔ کہ خونی کیپٹن اُسے بھی زندہ نہیں چھوڑے گا۔ کیپٹن کے دونوں پستول خالی ہو چکے تھے۔ وہ تلوار کھینچ کر اس پر حملہ کرنے کے لئے چھلانگ لگا کر آگے بڑھا۔ ڈاکو کے پاس کچھ بھی نہیں تھا۔ بس ایک پھاوڑا تھا جس سے وہ گڑھے میں مٹی ڈال رہا تھا۔ اس نے پھاوڑا وہیں پھینکا اور جنگل کے درختوں کی طرف بھاگا۔

خونی کیپٹن غراتے ہوئے اس کے پیچھے لپکا۔ لیکن ڈاکو درختوں میں گم ہو چکا تھا۔ خونی کپتان نے پاگل ریچھ کی طرح غراتے ہوئے اسے بہتیرا تلاش کیا لیکن وہ ڈاکو اپنی جان بچانے کے لئے جانے کہاں سے کہاں نکل گیا تھا۔ خونی کپتان ہر حالت میں اُسے تلاش کر کے قتل کرنا چاہتا تھا۔ کیونکہ اس کو معلوم ہو گیا تھا کہ خزانہ کس جگہ پر دفن ہے۔ اس نے جنگل کا کونہ کونہ چھان مارا مگر ڈاکو کا کوئی سراغ نہ مل سکا۔ آخر خونی کپتان یہ سوچ کر واپس جہاز پر آ گیا کہ بھاگے ہوئے ڈاکو کو اگلے روز تلاش کیا جائے گا۔

جہاز پر کپتان اپنے ساتھی ڈاکوؤں کے بغیر آیا تو کسی ڈاکو نے نہ پوچھا کہ ان کے ساتھی کہاں ہیں۔ کیونکہ انہیں معلوم تھا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کہ خونی کپتان نے انہیں قتل کر دیا ہے تاکہ خزانے کا راز راز ہی رہے۔

عنبر نے بھی جنگل کا سارا مغربی علاقہ چھان ڈالا اُسے بھی کوئی سراغ نہ ملا کہ پستول کے دھماکے کہاں ہوئے تھے۔ ایک جگہ اُسے فضا میں بارود کی بُو محسوس ہوئی۔ وہ رُک گیا اور جنگل میں چاروں طرف دیکھنے لگا جس جگہ خزانہ دفن تھا عنبر کے قریب ہی پہاڑی کی اوٹ میں تھی۔ مگر خونی کپتان نے وہاں اتنی ہوشیاری سے گھاس اور پتے ڈال دیئے تھے کہ کسی کو معلوم ہی نہیں ہو سکتا تھا کہ یہاں کسی نے زمین کھودی تھی۔

عنبر ابھی تک جنگل کے اندر ہی تھا۔ اگر وہ تھوڑی دیر کے لئے جنگل سے باہر نکلتا تو اُسے سمندر میں کھڑا بحری ڈاکوؤں کا جہاز صاف نظر آجاتا۔ مگر اس کے تو وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ جزیرے پر ایک خونی ڈرامہ کھیلا جا چکا ہے اور بحری ڈاکوؤں کا جہاز سمندر میں لنگر ڈالے کھڑا ہے۔

عنبر نے پستول کے دھماکوں کا خیال چھوڑ دیا اور پراسرار عورت کی تلاش دوبارہ شروع کر دی۔ وہ جنگل کے مشرقی ساحل کی طرف آگیا اور اس نے وہ جگہ دیکھی جہاں رات کو اسے عورت کا پراسرار سایہ نظر آیا تھا۔ یہاں زمین پر درخت کے ادھ کھائے پھل ابھی تک پڑے تھے۔ اس نے ایک پھل اٹھا کر

دیکھا۔ یہ کچے اُمرود کی قسم کا پھل تھا۔ جس پر عورت کے دانتوں کا نشان تھا۔ یہ نشان کسی چڑیل کے دانتوں کا نہیں بلکہ انسانی عورت کے دانتوں کا نشان تھا۔ عنبر کو تسلّی ہوئی کہ یہ کوئی عورت ہے اور انسان ہے۔ کوئی جن بھوت یا چڑیل نہیں ہے۔

اب سوال یہ تھا کہ یہ عورت اس ویران جزیرے میں کہاں سے آگئی تھی؟ ہو سکتا ہے کبھی کوئی بحری جہاز اس جزیرے کے قریب طوفان میں گھر کر سمندر میں غرق ہو گیا ہو اور یہ عورت کسی نہ کسی طرح تیر کر اس جزیرے میں پہنچ گئی ہو اور تب سے لے کر آج تک اسی جزیرے میں بے بسی کی زندگی بسر کر رہی ہو۔

عنبر کے نزدیک اب اس عورت کو ڈھونڈھنا اور بھی ضروری ہو گیا تھا۔ کیونکہ پھل پر دانتوں کے نشان سے صاف ظاہر تھا کہ وہ کوئی عورت ہے۔ اور خدا جانے کب سے اس اُجاڑ مردم خور جزیرے میں قید کی زندگی بسر کر رہی ہے۔

عنبر اُن درختوں میں چلا گیا جہاں رات کو پراسرار عورت غائب ہو گئی تھی۔ اس نے زمین پر عورت کے پاؤں کے نشان تلاش کرنے کی کوشش کی۔ لیکن زمین پر گھاس اور جھاڑیاں ہی جھاڑیاں تھیں۔ پاؤں کے نشان وہاں نہیں ٹھہر سکتے تھے وہ درختوں میں گھومنے لگا۔ یہ درخت بڑے ہی گنجان تھے اور

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ان کی شاخیں ایک دوسرے میں پھنسی ہوئی تھیں۔ کئی جگہوں پر سبز رنگ کے سانپ لٹک رہے تھے۔ عنبر ان سانپوں کے درمیان میں سے بھی گذر گیا۔ کچھ سانپوں نے عنبر کو ڈس بھی دیا۔ مگر عنبر پر تو زہر کا اثر ہوتا ہی نہیں تھا۔

اسی طرح پُراسرار عورت کو تلاش کرتے کرتے عنبر جزیرے کے جنوبی ساحل پر نکل آیا۔ یہ ساحل بھی ویران اور اجاڑ پڑا تھا۔ کم بخت یہاں آدم خور جنگلی بھی نہیں تھے۔ ایسا لگتا تھا کہ یہاں کبھی کسی انسان نے قدم نہیں رکھا تھا۔ کوئی جنگلی جانور بھی عنبر کو ابھی تک نہیں ملا تھا۔ خدا جانے یہاں کے جنگلی درندے کہاں بھاگ گئے تھے۔ اس نے سوچا کہ واپس چلا جائے۔ تیسرے پہر پھر تلاش شروع کی جائے گی۔

عنبر واپس ہونے ہی لگا تھا کہ زمین نے ہلنا شروع کر دیا۔ وہ اپنی جگہ پر کھڑے کا کھڑا رہ گیا۔ درختوں کے پرندے ایک دم پھڑپھڑا کر اڑ گئے۔ درخت کانپ رہے تھے۔ یہ زلزلہ تھا۔ زمین اب دائیں سے بائیں طرف ہل رہی تھی۔ اس کے ساتھ ہی ایک قیامت خیز گرج فضا میں بلند ہوئی اور ایک زبردست دھماکے کے ساتھ جزیرے کا آتش فشاں پہاڑ پھٹ پڑا۔

عنبر بھاگ کر جنگل سے دُور ساحل سمندر کے پاس آگیا کہ وہاں سے آتش فشاں پہاڑ کو دیکھ سکے۔ اُسے موت کا تو کوئی

خوف تھا ہی نہیں۔ زمین ابھی تک ہل رہی تھی اور کئی درخت جڑوں سے اکھڑ کر گر پڑے تھے۔ سمندر میں بھی اونچی اونچی موجیں اٹھ اٹھ کر ساحل کی چٹانوں سے ٹکرا رہی تھیں۔ عنبر نے دیکھا۔ کہ پہاڑ کے دہانے سے آگ اور راکھ کے بادل اوپر اٹھ رہے تھے۔ راکھ کا بادل تو اوپر آسمان کی بلندیوں تک جا پہنچا تھا۔

پہاڑ میں سے گہرے نارنجی اور سرخ رنگ کا دہکتا ہوا، کھولتا ہوا لاوا نکل کر نیچے بہہ رہا تھا۔ پہاڑ کی ڈھلان پر اُگے ہوئے درخت لاوے میں جھلس کر شعلہ بن کر بھڑکتے اور پھر کھولتے ہوئے لاوے میں ڈوب جاتے۔ اس طرف جنگل میں قیامت مچی تھی۔ کئی درختوں کو آگ لگ چکی تھی۔

سمندر میں بھی زبردست طوفان آگیا تھا۔ عنبر اسی جگہ ریت پر لیٹ گیا اور خداوند تعالےٰ سے دعا کرنے لگا کہ وہ اپنی مخلوق کے گناہ بخش دے اور انہیں معاف کر دے۔

بحری ڈاکوؤں کے جہاز پر بھی افراتفری مچی ہوئی تھی۔ جہاز کا لنگر ٹوٹ گیا تھا۔ جزیرے کی طرف بڑی تیز ہوا چلنے لگی تھی۔ خونی کپتان کو جان و مال کی فکر پڑ گئی۔ اس نے جہاز کے بادبان کھلوا کر جہاز کا رخ کھلے سمندر کی طرف پھیر دیا۔ وہ بڑی تیزی کے ساتھ جزیرے سے دور ہو جانا چاہتا تھا۔ کیونکہ جزیرے کے اردگرد سمندر میں بھیانک طوفان آگیا تھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

زلزلے کے جھٹکے اب کم ہو گئے تھے۔ پہاڑ ایک بار دھماکے سے پھٹ کر خاموش ہو گیا تھا۔ لیکن سمندر میں پہاڑ جتنی موجیں ابھی تک اٹھ رہی تھیں اور جزیرے کے آتش فشاں والے علاقے میں زبردست آگ لگی تھی۔ خونی کپتان بڑی تیزی سے جہاز کو طوفان اور آگ کے سمندر سے نکال کر جزیرے سے کافی دور کھلے سمندر میں لے گیا۔ یہاں سے جزیرے ایک سیاہ دھبے کی شکل میں نظر آ رہا تھا۔ جہاں آگ کی ہلکی ہلکی روشنی ہو رہی تھی۔ کپتان نے اپنے ڈاکوؤں کو حکم دیا۔

"ابھی کچھ روز ہم اسی جگہ ٹھہریں گے۔ تم لوگ آرام کرو۔"

ڈاکو آرام کا سن کر بڑے خوش ہو گئے۔ خونی کپتان جزیرے میں بھاگے ہوئے ڈاکو کو ہلاک کئے بغیر وہاں سے نہیں جانا چاہتا تھا۔

خونی کپتان کڈ

جزیرے پر پھر بادل چھا گئے اور بارش شروع ہو گئی۔

بارش کی وجہ سے جنگل میں لگی ہوئی آگ بجھ گئی اور پہاڑ کی جانب سے اس قسم کی سسکاری کی آوازیں آنے لگیں جیسے کوئی بھڑکتی ہوئی آگ پر پانی ڈال رہا ہو۔ عنبر واپس چٹان کی کھوہ میں آ کر بیٹھ گیا۔ وہ خود بھی بڑا پریشان تھا کہ آخر اس جزیرے سے کس طرح باہر نکل سکے گا۔ اسے نہ ماریانا گ کی کوئی خبر تھی اور نہ ان کو عنبر کا کچھ پتہ تھا۔ جزیرے پر آدم خور جنگلی لوگ رہتے ہوتے تو وہ ان کی کشتی لے کر وہاں سے فرار ہو سکتا تھا ویسے تو وہ سمندر میں ہزاروں میل تک تیرتا چلا جا سکتا تھا لیکن یہ تو آخری ترکیب تھی۔ آج پہلی بار تعویذ کے کھو جانے کا دکھ ہوا۔

اصل میں عنبر پراسرار عورت کا پتہ چلائے بغیر جزیرے سے نہیں جانا چاہتا تھا۔ اس کا دل کہہ رہا تھا کہ یہ عورت کوئی مصیبت کی ماری ہے اور اسے عنبر کی مدد کی ضرورت ہے۔ جزیرے میں موسلا دھار بارش ہو رہی تھی اور بادل

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

زور زور سے گرج رہے تھے۔ سمندر کی طوفانی موجیں اس چٹان سے بھی ٹکرانے لگی تھیں۔ جس کے اندر عنبر نے پناہ لے رکھی تھی۔ لیکن اس کی کھوہ چونکہ زمین کی سطح سے کافی اونچی تھی اس لئے اندر تک پانی نہیں آ رہا تھا۔

تیسرے پہر تک بارش ہوتی رہی۔

شام ہو رہی تھی کہ بارش تھم گئی۔ سمندری طوفان بھی رک گیا۔ بادل چھٹ گئے اور نارنجی رنگ کی دھوپ سمندر پر پھیل گئی۔ عنبر چٹان کی کھوہ سے باہر نکل آیا۔ جزیرے کے درخت بارش میں دھل کر چمک رہے تھے۔ اتنی زوردار بارش کے بعد بھی کسی جگہ بھی پانی نہیں کھڑا تھا۔ سارا پانی ریت نے جذب کر لیا تھا۔ عنبر چلتا چلتا ساحل سمندر پر اس جگہ پر آ گیا جہاں وہ پہلی بار سمندر سے نکل کر جزیرے پر آیا تھا۔

یہاں ایک کافی اونچی چٹان کھڑی تھی۔ زلزلے کی وجہ سے اس کا ایک حصّہ ٹوٹ کر ریت پر گرا ہوا تھا۔ عنبر جزیرے کے جنگل کو اونچائی سے دیکھنے کے خیال سے چٹان کے اوپر چڑھ گیا۔ اچانک اس کی نگاہ سمندر پر پڑی تو اس نے ایک کشتی کو دیکھا جو دُور سمندر میں آگے بڑھتی ساحل کی طرف آ رہی تھی۔ اس کے ساتھ ہی عنبر کو دُور سمندر میں بادبانی کے مستول نظر آئے۔ وہ جلدی سے چٹان سے نیچے اتر آیا۔ وہ

چھپ کر یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ یہ کون لوگ ہیں جو کشتی لے کر جزیرے کی طرف آ رہے ہیں۔

عنبر چٹان سے دور جنگل میں آ کر ایک درخت کی اوٹ میں چھپ کر کشتی کو دیکھنے لگا جو آہستہ آہستہ غروب ہوتے سورج کی سنہری روشنی میں ساحل کے قریب پہنچ رہی تھی۔ کشتی میں خونی کپتان بڑی سی نیلی ٹوپی پہنے تلوار ہاتھ میں لئے کھڑا تھا۔ چار ڈاکو کشتی چلا رہے تھے۔ عنبر نے ان کی شکلیں دیکھ کر ہی اندازہ لگا لیا کہ وہ بحری ڈاکو ہیں اور جزیرے پر شاید کسی خزانے کی تلاش میں آئے ہیں۔ کیونکہ پرانے سفروں اور مہموں میں وہ اس قسم کے کئی بحری ڈاکوؤں سے نمٹ چکا تھا۔

یہ لوگ جزیروں پر یا خزانہ دفن کرنے، یا خزانہ چوری کرنے اور یا پھل اور میٹھا پانی لینے آتے ہیں۔ ڈاکوؤں نے کشتی ریت پر کھینچ لی۔ خونی کپتان نے جنگل کی طرف تلوار سے اشارہ کیا۔ چاروں ڈاکو کپتان کے پیچھے پیچھے جنگل کی طرف چل پڑے۔ چونکہ ان کے پاس خزانے کا کوئی صندوق نہیں تھا اس لئے عنبر نے یہی نتیجہ نکالا کہ وہ خزانہ دفن کرنے کی بجائے کسی دفن شدہ خزانے کی تلاش میں آئے ہیں۔

چاروں ڈاکو خونی کپتان کے قریب بر کے درخت کے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

قریب سے گذرے تو عنبر نے ان کی گفتگو سنی۔ ایک ڈاکو کہہ رہا تھا۔

"سردار! وہ ہماری تلواروں سے بچ کر نہیں جا سکتا۔"

خونی کپتان نے مونچھوں پر ہاتھ پھیر کر غراتے ہوئے کہا۔

"وہ بچ کر جائے گا بھی کہاں۔ میں اس جنگل کا چپہ چپہ چھان ماروں گا۔"

عنبر سمجھ گیا کہ یہ لوگ اپنے کسی ایسے ساتھی کی تلاش میں ہیں جو ان کے جہاز سے بھاگ کر اس جزیرے میں آ گیا ہے سوال یہ تھا کہ وہ کیوں بھاگا تھا؟ شاید اس نے بحری ڈاکوؤں کے کسی قانون کو توڑا ہوگا۔ یا پھر اس نے کپتان کے حکم کو ٹھکرا دیا ہوگا یعنی بغاوت کر دی ہوگی یا پھر اپنے کسی ساتھی کو قتل کر دیا ہوگا۔ کیونکہ یہ بحری ڈاکو ویسے تو سینکڑوں مسافروں کو بے دریغ قتل کر دیتے ہیں۔ مگر اگر اپنے کسی ساتھی کو قتل کر دیں تو کپتان کے حکم سے انہیں ایک تختہ پر کھڑا کر کے بیچ سمندر میں گرا دیا جاتا ہے۔

شاید یہ مفرور ڈاکو موت سے خوف کھا کر جزیرے میں بھاگا ہے۔ ڈاکو اپنے کپتان کے ساتھ آگے نکل گئے۔ کچھ پیچھے رہ کر عنبر نے ان کا تعاقب شروع کر دیا۔ ڈاکو اس جزیرے کے عادی لگتے تھے۔ یوں آسانی سے گھنے درختوں میں چلے جا رہے تھے جیسے اس سے پہلے بھی

وہاں آ چکے ہوں۔ عنبر ان کے پیچھے پیچھے تھا۔ وہ ان کی آوازیں بڑی اچھی طرح سے سن سکتا تھا۔ کپتان کہہ رہا تھا۔

"آتش فشاں کے پھٹنے سے بڑا بھاری نقصان ہوا ہے۔ ہمارا جہاز غرق ہونے سے بچ گیا۔"

ایک ڈاکو بولا۔ "سردار! اگر ہم عین وقت پر جہاز پیچھے نہ لے جاتے تو خطرہ تھا۔"

کپتان نے گردن اٹھا کر کہا۔

"میرا نام کیپٹن کِڈ ہے۔ میں بحری ڈاکوؤں کا شہنشاہ ہوں۔ سارے سمندروں پر میری حکمرانی ہے۔ میں نے ایسے کئی زلزلے طوفان اور آتش فشاں پہاڑ دیکھے ہیں۔ میرا جہاز غرق نہیں ہو سکتا۔"

دوسرے ڈاکو نے کہا۔ "بے شک۔ بے شک سردار! آپ سمندروں کے شہنشاہ ہیں۔ لوگ آپ کا نام سن کر کانپ اٹھتے ہیں۔"

شام چھا جانے سے جنگل میں اندھیرا رات سے پہلے ہی اتر آیا تھا۔ بارش کے بعد یہاں بڑا حبس ہو گیا تھا۔ ہوا بالکل نہیں تھی۔ اچانک آگے آگے چلنے والے ڈاکو نے ایک چیخ ماری۔ ایک سرخ سانپ درخت سے چھلانگ لگا کر اس کے اوپر گرا تھا اور اسے ڈس دیا تھا۔ کپتان نے تلوار کا وار کر کے سانپ کے دو ٹکڑے کر دیئے لیکن ڈاکو مر چکا تھا۔ کیونکہ اس جزیرے کے سانپ بیحد

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

زہریلے تھے۔

باقی ڈاکو خوف زدہ ہو گئے۔ ایک نے کہا۔

"سردار! میرا خیال ہے رات ہو گئی ہے۔ واپس چلنا چاہیئے۔ ہم صبح پھر تلاش شروع کریں گے۔"

خونی کپتان نے ہونٹ کاٹتے ہوئے کچھ دیر غور کیا۔ سامنے گھنے درختوں کے درمیان پھیلے ہوئے اندھیرے کو دیکھا جہاں خدا جانے کتنے سانپ ان کی راہ دیکھ رہے تھے۔ پھر پلٹ کر غصّے سے بولا۔

"میں اس حرامی کا خون پی جاؤں گا۔ اس کی وجہ سے میرا ایک ساتھی مارا گیا ہے چلو۔ کل صبح پھر اس کی تلاش کریں گے۔"

اور وہ اپنے ساتھی کی لاش اٹھا کر واپس چل دیئے۔

عنبر بھی ان کے پیچھے پیچھے تعاقب کرتا سمندر کے ساحل پر آ گیا۔ یہاں رات کا اندھیرا پھیل چکا تھا۔ آسمان کھل گیا تھا اور ستاروں کے ننھے ننھے دیپ روشن ہو گئے تھے۔ یہاں آ کر عنبر کو خیال آیا کہ اگر کسی طرح ان ڈاکوؤں کی کشتی چرا لی جاتی تو اچھا تھا۔ عنبر کو چاہیئے تھا کہ وہ ڈاکوؤں کا پیچھا کرنے کی بجائے ان کی خالی کشتی لے کر جزیرے کے مشرقی ساحل کی طرف نکل جاتا اور کشتی کو جھاڑیوں میں چھپا

دیتا۔ یہ کشتی اُس کے بڑے کام آ سکتی تھی۔ مگر اب کچھ نہیں ہو سکتا تھا کیونکہ ڈاکو اپنے کپتان کے ساتھ واپس اپنے جہاز پر جانے کے لئے کشتی میں سوار ہو چکے تھے۔

اس وقت عنبر کو ماریا بڑی یاد آئی۔ وہ اگر ہوتی تو بڑی آسانی سے ان ڈاکوؤں کی کشتی میں سوار ہو کر انہیں سمندر میں دھکا دے کر گرا دیتی اور کشتی واپس لے آتی کیونکہ اسے تو کوئی دیکھ ہی نہیں سکتا تھا۔ جبکہ عنبر کو وہ لوگ دیکھ سکتا تھے۔ ویسے عنبر ان لوگوں کو مار کر بھی کشتی پر قبضہ کر سکتا تھا لیکن وہ محض ایک کشتی کی خاطر تین انسانوں کا ناحق خون نہیں کرنا چاہتا تھا۔ ہاں اگر معاملہ زیادہ سنگین ہو جاتا تو وہ ایسا بھی کر سکتا تھا۔ مگر عنبر کے خیال میں ابھی ایسا وقت نہیں آیا تھا۔

ابھی یہ ڈاکو لوگ جزیرے کے آس پاس ہی تھے کیونکہ انہیں اپنے بھاگے ہوئے ساتھی کی تلاش تھی۔ عنبر کو کشتی چرانے کے کئی موقع مل سکتے تھے۔ بلکہ وہ تو ان کے پورے جہاز پر بھی قبضہ کر سکتا تھا۔ بحری ڈاکوؤں کی کشتی ساحل سمندر سے رات کے پھیلتے اندھیرے میں دور ہوتی جا رہی تھی۔ دُور کافی فاصلے پر سمندر میں بحری ڈاکوؤں کے جہاز پر شمع کی روشنی ہو رہی تھی۔ کشتی جب عنبر کی نگاہوں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سے اوجھل ہو گئی تو وہ واپس اپنی چٹان والی کھوہ میں آکر لیٹ گیا۔ اور پُراسرار عورت اور بھاگے ہوئے ڈاکو کے بارے میں سوچنے لگا۔ یہ دونوں جزیرے کے گنجان جنگل میں ایک دوسرے سے بے خبر کہیں چھپے ہوئے تھے اور عنبر کو ان دونوں کی تلاش تھی۔

جزیرے پر رات گہری ہوتی گئی۔

چاروں طرف موت ایسی خاموشی چھا گئی تھی۔ جزیرے کے جنگل کے درخت کالے سیاہ بھوت بن کر چپ چاپ کھڑے تھے۔ آتش فشاں پہاڑ کے پھٹنے اور تباہی مچانے کے بعد جنگل کی یہ پہلی رات تھی۔ سناٹا پہلے سے کچھ زیادہ ہولناک لگ رہا تھا۔ سارا دن آتش فشاں پہاڑ کا دہانہ بڑبڑاتا اور سسکارتا رہا تھا۔ رات آنے پر وہ بھی خاموش ہو گیا تھا پُراسرار عورت کی چیخ بھی دوبارہ سنائی نہیں دی تھی۔ عنبر کو اچانک خیال آیا۔ کہیں وہ لاوے کی آگ میں جل کر ہلاک نہ ہو گئی ہو؟

لیکن عنبر کا دل نہیں مانتا تھا۔ اس کا دل بار بار یہی گواہی دیتا تھا کہ وہ بدنصیب عورت زندہ ہے اور اسی جنگل میں کہیں چھپی ہوئی ہے۔ یہی سوچتے سوچتے عنبر کی آنکھ لگ گئی۔ رات گذرتی چلی گئی۔ لہروں کا شور بھی مدھم ہو گیا۔ آسمان پر

ستارے خاموشی سے ٹمٹما رہے تھے۔ جزیرے پر قبرستان کی راتوں ایسی خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ ہوا بالکل بند تھی۔ درختوں پر کوئی پتا بھی نہیں ہل رہا تھا۔

اس ہیبت ناک سناٹے اور اندھیرے میں ایک سایہ جنگل سے نکلا اور ساحل سمندر کی طرف بڑھنے لگا۔ اس سائے کے بال لمبے لمبے اور کھلے تھے۔ سایہ چٹان کے پاس آکر رک گیا۔ اس نے منہ آسمان کی طرف اٹھایا۔ پھر دونوں ہاتھ یوں پھیلا دیئے جیسے آسمان سے گرنے والی کسی شے کو آغوش میں لینا ہو سایہ چٹان کی طرف بڑھا۔

عنبر گہری نیند سو رہا تھا کہ اسے اپنے منہ پر کسی کا گرم گرم سانس ٹکراتا محسوس ہوا۔ پھر اُس نے اپنے ماتھے پر کسی انسان کے کھردرے ہاتھوں کا لمس محسوس کیا۔ اُس نے ہڑبڑا کر آنکھیں کھول دیں لمبے کھلے بالوں والا سایہ چھلانگ لگا کر اس کی کھوہ سے باہر کود گیا۔ عنبر نے بھی لپک کر اس کے پیچھے بھاگا۔

رات کے اندھیرے میں اُس نے گیلی ریت پر ایک سائے کو جنگل میں جاتا دیکھا۔ اُس کے لمبے بال لہرا رہے تھے۔ یہ وہی پُراسرار عورت تھی جس کی تلاش میں عنبر اس جزیرے میں بیٹھا تھا۔ عنبر اس کے پیچھے بھاگا۔ مگر عورت جنگل

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کے گھنے درختوں میں پھیلے رات کے اندھیرے میں گم ہو چکی تھی۔ اتنے گنجان اور تاریک جنگل میں اس عورت کو تلاش کرنا اگرچہ بے سُود تھا مگر عنبر نے ہمت نہ ہاری اور جنگل میں داخل ہو گیا۔

عین اس وقت جنگل میں سے پُراسرار عورت کی ہولناک چیخ بلند ہوئی جس نے جزیرے کی بھیانک رات کو اور زیادہ بھیانک بنا دیا۔ اس چیخ کی آواز کو سُن کر بحری ڈاکو جو اپنی جان بچا کر جنگل میں بھاگا تھا کانپ اٹھا۔ وہ ایک سخت دل بحری ڈاکو تھا اور نہ جانے اس نے کتنے بے گناہ انسانوں کا خون بہایا تھا۔ لیکن جنگل میں آدھی رات کو ایک عورت کی ڈراؤنی چیخ سن کر اس کے بدن پر بھی لرزہ طاری ہو گیا۔ وہ جنگل کے بیچ میں ایک اونچے درخت کی گھنی شاخوں میں چھپ کر بیٹھا ہوا تھا۔ جب آتش فشاں پہاڑ پھٹا۔ زلزلہ آیا تو بھی وہ اسی درخت کے ساتھ چمٹ کر بیٹھا رہا۔ اُسے معلوم تھا کہ کپتان اس کی جان نہیں چھوڑے گا اور جزیرے میں اسے تلاش کرنے کی پوری کوشش کرے گا۔ اُس نے درخت کی سب سے بلند شاخ پر چڑھ کر دُور سمندر میں کھڑے اپنے جہاز کو بھی دیکھ لیا تھا۔ جب تک یہ جہاز سمندر میں کھڑا تھا اس کی جان خطرے میں تھی۔

عنبر جنگل میں درختوں کے نیچے سے ہو کر چلا جا رہا تھا۔ آج اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ خواہ کچھ ہو جائے وہ اس عورت کو ڈھونڈھ کر ہی رہے گا۔ اندھیرا تھا۔ رات کافی گذر چکی تھی۔ جنگل پر ہُو کا عالم تھا۔ مگر عنبر بے خوف ہو کر آگے بڑھ رہا تھا۔ آخر وہ ایک ایسی جگہ گھنی جھاڑیوں کے پاس پہنچ گیا۔ جہاں اُسے ایسی آواز سنائی دی جیسے کوئی جانور تالاب میں پانی پی رہا ہو۔

عنبر آگے بڑھتے بڑھتے رک گیا۔ اس کی چھٹی حس نے کسی بات سے خبردار کر دیا تھا۔ وہ بے حد دبے پاؤں جھاڑیوں کے قریب سے گذر کر آگے آ گیا۔ اس نے اپنا سر شاخوں سے باہر نکال کر دیکھا۔ وہاں ایک چھوٹا سا پانی کا تالاب بنا ہوا تھا اور وہی پُراسرار عورت کا سایہ اس تالاب پر جھکا چلّو میں ڈال ڈال کر پانی پی رہا تھا۔

عنبر اب اس عورت کو بھاگنے کا موقع نہیں دینا چاہتا تھا۔ اس کا شکار اس کے سامنے چند فٹ کے فاصلے پر تھا۔ عنبر نے اپنے جسم کو سکیڑا۔ ذرا سا نیچے کو جھکا اور پھر ایکدم سے اچھلا اور لمبی دس فٹ چھلانگ لگا کر اس پانی پیتے پُراسرار سائے کے اوپر آن گرا۔ گرتے ہی اُس نے عورت کو اپنے سخت بازوؤں میں دبوچ لیا۔ وہ ایک نوجوان اور طاقتور عورت تھی جس کے ناخن جانوروں کی طرح بڑھے ہوئے تھے۔ اس کا سارا جسم ننگا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تھا۔ صرف کمر کے گرد جھاڑیاں اور پتے لپٹے ہوئے تھے اندھیرے میں اس کی آنکھوں سے وحشت کی چنگاریاں نکل رہی تھیں عورت نے جب اپنے آپ کو ایک اجنبی اور طاقتور انسان کی گرفت میں دیکھا تو بڑا تلملائی۔ اس کے حلق سے وہی بھیانک چیخ نکل گئی جس نے جنگل کی فضا کو بے حد ڈراؤنا بنا رکھا تھا۔

لیکن عنبر پر اس چیخ کا کوئی اثر نہیں ہو سکتا تھا عورت اس کے قابو میں تھی۔ وہ حلق سے عجیب ڈراؤنی آواز نکال کر جیسے عنبر کو خوف زدہ کرنے کی بھرپور کوشش کر رہی تھی۔ اپنے پنجوں سے وہ عنبر کا منہ نوچ رہی تھی۔ مگر عنبر کے جسم پر ہلکی سی خراش بھی نہیں آ رہی تھی۔ عنبر نے اس کے دونوں ہاتھ اس کی پیٹھ پر لے جا کر جھاڑی کی رسّی بنا کر باندھ دیئے۔ اور پھر اس کی طرف اندھیرے میں غور سے دیکھا۔ عورت کا رنگ سانولا پڑ گیا تھا لیکن معلوم ہوتا تھا کہ کبھی گورا ہوگا۔ چہرے پر وحشت برستی تھی اور وہ زخمی لومڑی کی طرح عنبر پر غرّا رہی تھی۔ جب اس عورت کی ہر ترکیب ناکام ہو گئی تو اس نے سر جھکا دیا۔

عنبر نے اس سے پوچھا۔

"تم کون ہو؟ یہاں کیسے آ گئیں؟"

عورت نے بہت سہمی ہوئی دھیمی سی آواز میں عربی زبان میں کہا۔

"میں بغداد شہر کی رہنے والی ہوں۔ میرا نام عمارہ ہے۔"

عنبر اس عورت کی زبان سے عربی میں یہ الفاظ سُن کر دنگ رہ گیا۔ اس نے بھی عربی زبان میں کہا۔

"میرا نام عنبر ہے۔ میں مصر کا رہنے والا ہوں۔"

اپنی بات کا جواب عربی میں سُن کر اس عورت کے چہرے پر خوشی کی ایک لہر سی دوڑ گئی۔ وہ ذرا سا مسکرائی اور اندھیرے میں اس کے سفید دانت موتیوں کی طرح چمک اٹھے۔

"خدا کا شکر ہے کہ تم میرے عرب بھائی نکلے۔ میں کسی غیر آدمی پر اپنے دل کا حال نہیں کھولنا چاہتی تھی۔ میں تمہیں ڈرا کر یہاں سے بھگا دینا چاہتی تھی تاکہ میری عزت محفوظ رہے۔ لیکن تم نے مجھ پر قابو پا لیا۔ تم ایک بہادر بھائی ہو۔ تم یہاں کیسے آ گئے؟"

عنبر نے کہا۔

"پہلے تم بتاؤ کہ تم بغداد سے اس اجاڑ اور بھیانک جزیرے پر کیسے آ گئیں؟"

عمارہ نے ٹھنڈا سانس بھر کر کہا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"یہ کہانی میں تمہیں اپنے جھونپڑے میں چل کر سناؤں گی"۔
عنبر نے جیکٹ اتار کر عمارہ کو دی تاکہ وہ اپنے جسم کو ڈھانپ لے۔ عمارہ نے جیکٹ پہن لی اور عنبر کو ساتھ لے کر اپنی جھونپڑی کی طرف آ گئی۔ اس پُراسرار عورت کی جھونپڑی جزیرے کے مشرقی کنارے پر گھنے درختوں کے اوپر بنی ہوئی تھی۔ یہ ایک چھوٹا سا کمرہ تھا جو درختوں کی مضبوط شاخوں کو جوڑ کر درخت کی دو بڑی ٹہنیوں کے درمیان بنایا گیا تھا اوپر جانے کے لئے ایک رسّی لٹک رہی تھی۔

عمارہ نے عنبر سے کہا۔

"کیا تم اس رسّی کو پکڑ کر اوپر چلے جاؤ گے؟"

عنبر نے کہا۔ "میرے لئے یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ تم چلو"۔

پراسرار عورت عمارہ بڑی تیزی سے بالکل ٹارزن کی طرح رسّی کو پکڑ کر درخت پر چڑھ گئی۔ جھونپڑی کے دروازے پر کھڑی ہو کر اس نے نیچے دیکھا۔ عنبر بھی اُسی تیزی سے اوپر چڑھا آ رہا تھا۔

"کیا تم پہلے بھی جنگل میں رہے ہو؟"

"یہ بھی ایک لمبی کہانی ہے۔ بہرحال تم سن کر کیا کرو گی۔ پہلے یہ بتاؤ کہ جب آتش فشاں پہاڑ پھٹا تو تم کہاں تھیں؟"

عمارہ نے کہا۔ "میں ڈری اور سہمی ہوئی اسی اپنی جھونپڑی میں چھپی رہی"۔

عنبر نے پوچھا۔ "کیا تمہیں اس جزیرے میں ڈر نہیں لگتا تھا؟"

عمارہ نے جھونپڑی میں دیا روشن کر دیا۔ اس کی روشنی بڑی دھیمی تھی۔ اس دھیمی روشنی میں عنبر نے دیکھا کہ عمارہ کا چہرہ وحشی ہونے کے باوجود بڑا بھولا بھالا تھا۔ اس کی عمر زیادہ سے زیادہ اٹھارہ سال ہو گی۔ عمارہ نے کہا۔

"میں اس جنگل میں سات برس سے رہ رہی ہوں میں دس گیارہ برس کی ہوں گی کہ میرا باپ ابوصدر جو کہ بغداد کا مشہور تاجر ہے ہمارے سارے گھر والوں کو لے کر ایک بادبانی جہاز میں اندلس کی طرف روانہ ہوا۔ جہاں ہماری ایک خالہ رہتی ہے۔ جہاز دس روز سمندر میں سفر کرتا رہا۔ میں بڑی خوش تھی۔ دن بھر جہاز کے ڈیک پر چہکتی پھرتی تھی۔ ایک دن شام ہو چکی تھی۔ سمندر میں اندھیرا پھیلا ہوا تھا۔ میں اپنی امّی اور ابّو کو اپنے کیبن میں چھوڑ کر چپکے سے سیر کرنے اوپر ڈیک پر آ گئی۔ اس روز بڑی تیز ہوا چل رہی تھی۔ ڈیک پر کوئی بھی نہیں تھا۔ کیونکہ سردی بھی کافی تھی۔ میری بدقسمتی کہ میں جہاز کے لکڑی کے جنگلے کے پاس آ کر سمندر کا نظارہ کرنے لگی۔ آسمان پر تارے نکل آئے تھے۔ ہوا میں میرے کپڑے پھڑ پھڑا رہے تھے۔ پھر مجھے کچھ خبر نہیں کہ کیا ہوا، ہوا کے ایک جھونکے نے مجھے اٹھا کر سمندر میں پھینک

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

دیا۔ جہاز پر کسی کو خبر نہ ہو سکی۔ کسی نے مجھے سمندر میں گرتے نہیں دیکھا تھا۔ میں نے پانی میں گرتے ہی چیخنا شروع کر دیا شور مچایا۔ مگر تیز ہوا میں اُبھرتی لہروں نے بہت جلد مجھے جہاز سے دور کر دیا۔ میں سمندر کے نیچے چلی گئی۔ مجھے غوطہ آگیا اور میں بے ہوش ہو گئی جب مجھے ہوش آیا تو میں ایک بہت بڑی مچھلی کے اوپر لیٹی تھی۔ یہ ڈولفن مچھلی تھی اور مچھلی سمندر میں تیرتی چلی جا رہی تھی۔ جو سمندر میں گرے ہوئے اکثر انسانوں کو بچا لیتی ہے اور اپنے اوپر بٹھا کر کسی نہ کسی ساحل پر پہنچا دیا کرتی ہے۔ ڈولفن مچھلی مجھے لے کر سمندر میں تیرتی رہی۔ رات گذر گئی۔ دن نکل آیا۔ ڈولفن مچھلی کو سمندر کے سارے راستوں کا پتہ تھا۔ اس نے مجھے دوپہر کے وقت اس جزیرے پر لا کر پھینک دیا۔ ڈولفن مچھلی نے آخری بار مجھے دیکھا اور پھر سمندر میں اتر کر تیرتی ہوئی میری نظروں سے غائب ہو گئی۔ میں اس جزیرے پر اکیلی نڈھال پڑی تھی۔ مجھے اپنے ماں باپ سے بچھڑنے کا بہت صدمہ تھا یہ بھی صدمہ تھا کہ وہ لوگ تو اپنی طرف سے مجھے مار بیٹھے ہوں گے مجھے سخت بھوک اور پیاس لگ رہی تھی۔ آخر تھکی ہاری اٹھی اور اس جنگل میں ڈرتے ڈرتے داخل ہوئی اور پانی اور کھانے کو کچھ پھل تلاش کرنے لگی۔ ایک جگہ مجھے پانی کا تالاب نظر آیا۔ میں نے پانی پیا تو میری جان میں جان آئی۔ پھر ایک درخت کا پھل توڑ کر

کھایا۔ بس وہ دن جائے اور آج کا دن آئے۔ میں سات برس سے اس جزیرے میں رہ رہی ہوں۔ اس دوران میں، میں نے سوائے تمہارے کسی انسان کی شکل نہیں دیکھی۔ تم مجھے پہلے روز ہی نظر آگئے تھے۔ کیونکہ میں راتوں کو جنگل میں پھرا کرتی تھی۔ میں نے تمہیں ڈاکو سمجھ کر ڈرانے کی کوشش کی۔ مگر تم نہ ڈرے اور آخر مجھے اس جزیرے پر ایک پیارا اور بہادر بھائی مل گیا بس یہ ہے میری داستانِ غم۔ اب تم بتاؤ کہ تم کس طرح اس جزیرے پر آگئے؟"

عمارہ کی کہانی بڑی دردناک تھی۔ اس کے ماں باپ بغداد میں اس کی موت کا ماتم بھی کر چکے ہوں گے۔ عنبر نے سوچا کہ اس نے اچھا کیا کہ اس عورت کی تلاش جاری رکھی۔ اب وہ اسے کسی نہ کسی طرح اس جزیرے سے نکال کر اس کے ماں باپ کے پاس ضرور پہنچائے گا۔ اپنی کہانی کے بارے میں عنبر نے عمارہ کو صرف اتنا ہی بتایا کہ وہ مصر سے ایک جہاز پر سفر کر رہا تھا کہ جہاز غرق ہو گیا اور وہ ایک تختے پر بیٹھ کر یہاں پہنچ گیا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

عمارہ

عنبر نے رات کا باقی حصّہ درخت کے اوپر ہی بسر کیا۔ صبح اٹھ کر عنبر نے منہ ہاتھ دھویا۔ پھر عمارہ کو بحری ڈاکوؤں کے جہاز کے بارے میں بتایا جو ساحل سے دور سمندر میں کھڑا تھا۔ عمارہ نے کہا۔

"دھماکوں کی آواز میں نے بھی سُنی تھی۔"

"اور میرا یقین ہے کہ بحری ڈاکوؤں کے کپتان نے ہی وہ فائر کیا ہوگا۔ کیونکہ ان کا ایک بحری ڈاکو جہاز سے بھاگ کر اس جزیرے میں کہیں چھپا ہوا ہے۔ کپتان اس مفرور ڈاکو کی تلاش میں ہے۔"

عمارہ نے کہا۔ "کیا اس کی تلاش اتنی ہی ضروری ہے۔ کپتان نے یہیں ڈیرہ ڈال لیا ہے؟"

عنبر نے کہا۔ "یہ بات ہمارے لئے بڑی فائدے کی ہے۔ ہم اس طرح اس جہاز پر بیٹھ کر اس جزیرے سے نجات حاصل کر سکتے ہیں۔"

عمارہ بولی۔ "تم شاید بھول گئے ہو عنبر بھائی کہ یہ ایک خونی بحری ڈاکوؤں کا جہاز ہے اور وہ ہمیں قتل کرنے میں ذرا سا بھی لحاظ نہ کریں گے۔"

عنبر کے منہ سے نکل گیا۔

"وہ مجھے نہیں مار سکتے۔ موت میرے....."

پھر وہ اچانک رُک گیا اور بات بدل کر کہنے لگا۔

"میرا مطلب ہے کہ میں ان ڈاکوؤں کے جہاز کی ایک کشتی چرانے کی کوشش کروں گا۔ پھر ہم اس کشتی میں بیٹھ کر یہاں سے نکل کھڑے ہوں گے۔"

عمارہ کہنے لگی۔ "ترکیب اچھی ہے۔ لیکن اس پر عمل بڑا مشکل ہے یہ ڈاکو لوگ بڑے مکار اور بے رحم ہوتے ہیں۔ ان کی کشتی چُرانا کسی سانپ کے منہ سے منکا چرانے والی بات ہے۔"

عنبر نے مسکرا کر کہا۔ "میری بہن! یہ کام تم مجھ پر چھوڑ دو۔ ہو سکتا ہے میں کشتی کی بجائے اِن خونخوار ڈاکوؤں کے جہاز پر ہی قبضہ کر کے تمہارے پاس جزیرے پر لے آؤں۔"

عمارہ زور سے ہنس پڑی۔

"تم مذاق بھی خوب کرتے ہو عنبر! مگر یہ وقت ان مذاقیہ باتوں کا نہیں ہے۔ ہمیں جلد کوئی ترکیب سوچنی چاہیے۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کیونکہ اگر یہ ڈاکو یہاں سے جہاز لے کر چلے گئے تو شاید پھر برسوں اس طرف کسی جہاز کا گذر نہ ہو اور میرے ساتھ تمہیں بھی باقی عمر اسی جزیرے پر بسر کرنی پڑے۔

عنبر نے کہا۔" جب تک وہ مفرور ڈاکو اس جزیرے میں چھپا ہوا ہے یہ لوگ جہاز لے کر یہاں سے نہیں جائیں گے۔"

عمارہ نے پوچھا۔" آخر کپتان اس مفرور قیدی کے پیچھے کیوں پڑا ہوا ہے؟"

عنبر نے کچھ سوچ کر کہا۔" میرا خیال ہے۔ کپتان نے ضرور اس جزیرے پر کسی نہ کسی جگہ اپنا خزانہ دفن کیا ہے اور یہ مفرور ڈاکو خزانے کی جگہ جانتا ہے۔ کپتان نے دو ڈاکوؤں کو تو ہلاک کر دیا ہوگا اور یہ بھاگ نکلا ہوگا؟"

عمارہ نے کہا۔" اس کا مطلب یہ ہوا کہ پستول کے جو دو دھماکے سنائے دیئے تھے وہ ان ڈاکوؤں پر کئے گئے فائر کے تھے۔"

"بالکل۔ ایسا ہی ہوا ہوگا۔" عنبر بولا۔

عمارہ نے پوچھا۔" تو پھر ہمیں اب کیا کرنا چاہیے؟"

عنبر نے پوچھا۔" تم اسی جھونپڑی میں چھپی رہو۔ میں کشتی چرانے کی کوشش کرتا ہوں۔ اور اگر میں کامیاب ہو گیا تو کشتی کو مشرقی ساحل پر چٹان کے پیچھے چھپا کر تمہیں یہاں سے اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔"

"اور وہ ڈاکو جو اس جنگل میں چھپا ہوا ہے اس کا کیا بنے گا؟"

"اس کی تم فکر نہ کرو۔ وہ تمہاری جھونپڑی کے پاس نہیں آئے گا۔ وہ جہاں چھپا ہوا ہے وہاں سے بالکل نہیں ہلے گا۔"

عنبر نے عمارہ کو وہیں درخت کے اوپر گھنی شاخوں میں چھپی ہوئی جھونپڑی میں چھوڑا اور خود جنگل سے نکل کر ساحل سمندر پر آ گیا۔ دن نکل آیا تھا۔ آسمان صاف تھا دھوپ میں جزیرے کا ساحل چمک رہا تھا۔ دور سمندر میں بحری ڈاکوؤں کی کشتی بھی مفرور ڈاکو کو گرفتار کرنے بلکہ ہلاک کرنے ساحل کی طرف چلی آ رہی تھی۔

عنبر نے سوچ لیا کہ جونہی یہ لوگ کشتی چھوڑ کر جنگل میں گم ہوں گے وہ کشتی اڑا کر لے جائے گا۔ عنبر ذرا فاصلے پر ایک درخت کے پیچھے چھپ کر کھڑا ہو گیا اور ڈاکوؤں کی کشتی کو ساحل کی طرف آتے دیکھنے لگا۔ کشتی کو دو ڈاکو چلا رہے تھے۔ درمیان میں خونی کیپٹن کڈ ہاتھ میں پستول لئے کھڑا تھا۔

کشتی ساحل پر پہنچ کر رک گئی۔ ڈاکو چھلانگیں لگا کر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کشتی سے باہر نکل آئے۔ کشتی کو انہوں نے چٹان کے پیچھے ریت پر کھینچ کر چھپا دیا اور خود اپنے کپتان کے پیچھے پیچھے چلتے جنگل میں داخل ہو گئے۔

عنبر کے لئے یہ بڑا سنہری موقع تھا۔ جونہی ڈاکو اس کی نظروں سے اوجھل ہوئے وہ درخت کی اوٹ سے باہر نکل آیا اور چٹان کے پاس آ گیا۔ کشتی چٹان کی دوسری جانب ریت پر کھڑی تھی۔ یہ ایک چھوٹی سی کشتی تھی جسے کشتی کی بجائے ڈونگی کہنا زیادہ بہتر ہو گا۔

کشتی میں بڑی مشکل سے تین آدمی بیٹھ سکتے تھے۔ دو چپو کشتی کے اندر ہی پڑے تھے۔ عنبر کشتی کو بڑے آرام سے کھینچ کر سمندر میں لے آیا۔ لہروں پر آتے ہی عنبر کشتی میں بیٹھ گیا اور اس نے چپو چلا کر اُسے جزیرے کے مشرقی ساحل کی طرف کھینچا شروع کر دیا۔

بحری ڈاکوؤں کا سردار خونی کپتان نے جنگل میں داخل ہوتے ہی ایک ہوائی فائر کر دیا۔ جنگل دھماکے سے گونج اٹھا۔ یہ فائر اس نے اس لئے کیا تھا کہ بھاگا ہوا ڈاکو اس فائر سے گھبرا کر اپنی وہ جگہ چھوڑ دے جہاں وہ چھپ کر بیٹھا ہوا ہے۔ مکار بحری کپتان کی یہ ترکیب بڑی کامیاب رہی۔

بھاگا ہوا ڈاکو جنگل کے اندر جس درخت پر چھپ کر بیٹھا

ہوا تھا پستول کے چھرے اتفاق سے اس درخت کے پتوں سے ٹکرا کر انہیں کاٹتے ہوئے نکل گئے۔ وہ سمجھا کہ سردار نے اس کا ٹھکانہ دیکھ لیا ہے۔ وہ جھٹ درخت سے نیچے اتر آیا اور جدھر کو منہ اٹھا اُدھر ہی کو بھاگنا شروع کر دیا۔ اصل میں سردار اس سے کافی دُور پیچھے تھا۔ لیکن چور کے پاؤں نہیں ہوتے۔ یعنی وہ ذرا سی شے سے گھبرا جائے تو پھر وہ کہیں نہیں رُکتا۔ بھاگتے بھاگتے یہ تھک گیا تھوڑی دیر جنگل میں رکا۔ جیب سے پانی کی بوتل نکال کر دو گھونٹ پانی پیا۔ آنکھوں میں گرتے پسینے کو گندی آستین سے پونچھا اور دوبارا آگے کو دوڑنا شروع کر دیا۔

عمارہ اپنے درخت والے مکان سے نیچے اتر کر تالاب کے پاس کھڑی اپنے بھیگے ہوئے بالوں کو نچوڑ رہی تھی کہ اچانک اُس نے جنگل میں کسی کے دوڑنے کی آواز سنی وہ اچھل کر ایک طرف ہٹ گئی۔ اتنے میں مفرور ڈاکو اس کے سر پر پہنچ چکا تھا۔ اس نے اپنا خنجر نکال کر عمارہ کی گردن پر رکھ دیا اور بولا۔

"مجھے اپنی جھونپڑی میں چھپاؤ۔ تم جنگلی عورت ہو جلدی کرو نہیں تو میں تمہیں ابھی قتل کر دوں گا۔"

وہ سمجھ گئی کہ یہ وہی مفرور بحری ڈاکو ہے جس کے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بارے میں عنبر نے اُسے بتایا تھا۔ عمارہ نے کہا۔

"میرے پیچھے پیچھے آؤ۔ یہ خنجر میری گردن سے ہٹالو۔ میں بھاگ کر کہیں نہیں جاؤں گی۔"

ڈاکو نے خنجر عمارہ کی گردن سے ہٹا کر اس کی کمر کے ساتھ لگا دیا۔

"میں تم پر بھروسہ نہیں کر سکتا۔"

عمارہ اُسے لے کر جھونپڑی میں آ گئی۔ ڈاکو نے اوپر چڑھنے کے بعد رسّا اوپر کھینچ لیا۔ یہ دیکھ کر اس کی تسلّی ہو گئی کہ جنگلی عورت کی جھونپڑی درختوں میں بڑے مکمل طریقے سے چھپی ہوئی تھی اور وہ درخت کی شاخوں کا ایک حصّہ لگتی تھی۔ ڈاکو عمارہ کے سامنے خنجر کھولے بیٹھا کوئی چیز چبا رہا تھا اور بار بار تھوک رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں بڑی خونخواری ٹپک رہی تھی۔ عمارہ نے کہا۔

"میں جانتی ہوں تم اپنے جہاز سے بھاگے ہوئے بحری ڈاکو ہو اور تمہارا کپتان تمہاری تلاش میں ہے۔ میں ایک آواز نکال کر تمہیں پکڑوا سکتی ہوں۔"

ڈاکو نے اٹھ کر پوری طاقت سے عمارہ کے منہ پر تھپڑ مار دیا۔ عمارہ الٹ کر فرش پر گر پڑی اور اس کے منہ سے خون بہنے لگا۔ ڈاکو غصّے سے گرجا۔

"تمہاری ایک آواز نکالنے سے پہلے میرا خنجر تمہارے پیٹ میں ہوگا ——"

پھر اس نے عمارہ کے منہ میں اپنا رومال ٹھونس کر اُس کی مُشکیں کسیں اور جھونپڑی کے کونے میں ڈال دیا۔ وہ جھونپڑی کی دیوار کی شاخوں میں سے جنگل میں دیکھنے لگا۔ جنگل سنسان تھا کوئی آواز نہیں تھی۔ کہیں کسی انسان کے پاؤں کی چاپ تک سنائی نہیں دیتی تھی۔ ڈاکو بڑا خوش ہوا کہ اُسے جنگل میں چھپنے کے لئے ایک اچھی جگہ مل گئی ہے۔ اس کو خیال آیا کہ یہ عورت اس کی موت کا باعث بن سکتی ہے۔ وہ کسی وقت بھی شور مچا کر سردار کو یا جہاز کے دوسرے ڈاکوؤں کو اپنی طرف بُلا سکتی ہے۔

کیوں نہ اس عورت کا کام تمام کر دیا جائے؟

یہ خیال خونخوار ڈاکو کو بڑا اچھا لگا۔ کسی عورت کو قتل کرنا اس کے لئے کوئی انوکھی یا نئی بات نہیں تھی۔ یہ ایسے ہی تھا۔ جیسے پنڈلی پر چلتی ہوئی کسی چیونٹی کو پکڑ کر مسل دیا جائے۔ اس نے پلٹ کر رسیوں سے جکڑی ہوئی عمارہ کو دیکھا۔ عمارہ نے بھی ڈاکو کی آنکھوں میں خون اُترا ہوا دیکھ لیا۔ اس کے جسم کا خون خوف سے ٹھنڈا پڑ گیا۔

وہ مرنا نہیں چاہتی تھی۔ اسے ابھی اپنے ماں باپ سے جا کر ملنا تھا اور انہیں ڈھیر ساری خوشیاں دینی تھیں۔ مگر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ڈاکو نے خنجر اپنے سیدھے ہاتھ میں پکڑ لیا تھا اور آہستہ آہستہ اُس کی طرف بڑھ رہا تھا۔ عمارہ کے منہ میں رومال ٹھنسا ہوا تھا۔ وہ چیخ نہیں سکتی تھی۔ ڈاکو اب ہولے ہولے بڑے مکروہ طریقے سے ہنس رہا تھا۔

"کوئی درد نہیں ہوگا۔ میرا ہاتھ بڑا تیز ہے۔ بس ایک پل میں ساری کہانی ختم ہو جائے گی۔ تمہیں ہلکا سا ایک جھٹکا لگے گا اور تم اگلی دنیا میں پہنچ جاؤ گی۔"

عمارہ اُسے کہنا چاہتی تھی کہ مجھے قتل نہ کرو۔ میں کسی سے کوئی بات نہیں کروں گی۔ تم بے شک میری جھونپڑی میں ساری زندگی رہو۔ میں یہاں سے چلی جاؤں گی۔ مگر وہ کچھ نہ کہہ سکتی تھی۔ زبان سے ایک لفظ بھی نہیں نکال سکتی تھی۔ ڈاکو اس کے بالکل قریب آکر رُک گیا۔ پھر اُس نے خنجر والا ہاتھ اوپر اٹھایا اور عمّارہ کی گردن پر وار کرنے ہی والا تھا کہ نیچے سے عنبر نے آواز دی۔

"عمارہ! عمارہ! کیا تم اوپر ہو؟"

ڈاکو کا ہاتھ وہیں رُک گیا۔ اس کی خونی آنکھیں جدھر سے آواز آئی تھی اُدھر کو گھوم گئیں۔ اُس نے آہستہ سے پوچھا۔

"کون ہے یہ؟"

لیکن عمارہ کا تو منہ بند تھا۔ وہ کیسے جواب دیتی۔ ڈاکو نے اس کے جواب کا کوئی انتظار نہ کیا اور اوپر سے رسّا نیچے

پھینک کر خود جھونپڑی کی دیوار کے ساتھ لگ کر کھڑا ہو گیا۔ عنبر نے اوپر سے رسّہ نیچے گرتا دیکھا تو بڑا حیران ہوا کہ عمارہ کہاں ہے۔ پھر خیال آیا کہ شاید وہ اس سے ہنسی مذاق کر رہی ہے اور شرارت سے پیچھے چھپ گئی ہے وہ رسّے کی مدد سے اوپر چڑھنے لگا۔

جونہی وہ جھونپڑی کے دروازے میں داخل ہوا پیچھے سے ڈاکو نے خنجر کی نوک اس کی گردن پر رکھ دی اور کہا۔

"خبردار! اسی جگہ کھڑے رہو۔ ذرا ہلے تو یہ خنجر تمہاری گردن میں آر پار کر دوں گا۔"

اب عنبر نے جھونپڑی کی سامنے والی دیوار کے ساتھ رسّیوں سے بندھی عمارہ کو بھی دیکھ لیا۔ سمجھ گیا کہ بھاگے ہوئے ڈاکو نے جھونپڑی پر قبضہ جما لیا ہے اور اس کے پیچھے خنجر لئے وہی ڈاکو کھڑا ہے۔ عنبر کا بھلا وہ خنجر کیا بگاڑ سکتا تھا۔ یہ تو ڈاکو کی موت اُسے وہاں لے آئی تھی۔ لیکن عنبر نے ڈاکو پر اپنی خفیہ طاقت کو ظاہر نہ کیا اور دونوں ہاتھ اوپر اٹھا دیئے۔ ڈاکو نے پہلے ہی سے رسّی تیار کر رکھی تھی۔ جھٹ عنبر کے ہاتھ پیچھے باندھے اور پھر اسے دھکا دے کر عمارہ کے پاس لڑھکا دیا۔

عنبر نے کوئی مقابلہ نہ کیا۔ لڑھک کر عمارہ کے پاس جا گرا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

عمارہ کو بھی ابھی تک یہ علم نہیں ہوا تھا کہ عنبر کے اندر کتنی زیادہ خفیہ طاقتیں ہیں۔ ڈاکو اب ان دونوں کے سامنے جھونپڑی کے فرش پر ٹانگیں پھیلا کر خنجر ہاتھ میں لئے کھڑا ہو گیا۔ عنبر کی طرف گہری نظروں سے دیکھتا ہوا بولا۔

"تم دونوں کی جان اب میرے رحم و کرم پر ہے اس جگہ تم میرے ساتھ نہیں رہ سکتے۔"

عنبر نے کہا۔ "میں جانتا ہوں تم بحری جہاز سے بھاگے ہوئے ڈاکو ہو اور تمہارا کپتان کِڈ تمہاری تلاش میں ہے۔"

ڈاکو نے طیش میں آکر کہا۔

"اور اگر تم نے آواز نکال کر کپتان کو بلانے کی کوشش کی تو یہ خنجر میرے ہاتھ سے اچھل کر سیدھا تمہاری گردن میں اتر جائے گا۔ اور میرا نشانہ کبھی خطا نہیں گیا۔"

عنبر نے جھوٹ موٹ اس کی منت کرتے ہوئے کہا۔

"میرے بھائی۔ تم جیسا کہو گے ہم اس طرح کریں گے ہم منہ سے ایک لفظ بھی نہیں نکالیں گے۔ لیکن میری بہن کے منہ سے کپڑا نکال دو۔"

ڈاکو کے جی میں جانے کیا آئی کہ اس نے عمارہ کے منہ میں دیا ہوا رومال باہر کھینچ لیا۔ عمارہ نے یہ حماقت کی کہ حلق سے وہی پراسرار چیخ کی آواز نکال ڈالی۔ ابھی آدھی

چیخ ہی بلند ہوئی تھی کہ ڈاکو اس پر ٹوٹ پڑا۔ عمارہ کی گردن پر زور سے مکا مارا اور خنجر سے اسے قتل کرنے ہی لگا تھا کہ عنبر نے ایک جھٹکے سے اپنے ہاتھ کی رسّی توڑ ڈالی اور ڈاکو کے سینے پر ایک لات ماری۔

ڈاکو دوسری طرف جا گرا۔ عنبر نے اس کے اوپر چھلانگ لگائی تو چالاک ڈاکو ایکدم نیچے سے نکلا اور خنجر لہرا کر عنبر کے سینے میں گھونپ دیا۔ مگر وہ پریشان ہو گیا کیونکہ اُسے ایسے لگا جیسے اس نے کسی پتھر کی سِل پر خنجر مار دیا ہو۔ خنجر اس کے ہاتھ سے ٹوٹ کر گر پڑا۔ وہ کبھی خنجر کو اور کبھی عنبر کو تکنے لگا۔ چور نے جھٹ اپنے ہاتھ والے ٹوٹے ہوئے خنجر سے ہی عنبر کی گردن کا نشانہ باندھا اور اُسے زور سے اچھال دیا۔

خنجر عنبر کی گردن سے ٹکرا کر دور جا پڑا۔ عنبر نے ڈاکو کو آگے بڑھ کر گردن سے پکڑ کر ایک ہاتھ سے مردہ چوہے کی طرح اوپر اٹھا لیا۔ ڈاکو اچھا خاصا وزنی اور ہٹا کٹا تھا لیکن عنبر کے اکیلے ہاتھ میں وہ چوہے کی طرح لٹکا ہوا تھا۔ عمارہ حیران ہو کر عنبر کو تک رہی تھی کہ اس کے بازو میں اس قدر طاقت کہاں سے آ گئی۔ ڈاکو بھی خوف زدہ سا ہو گیا تھا۔ اسے طاقتور سے طاقتور آدمی نے کبھی اس طرح

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ایک ہاتھ سے نہیں اٹھایا تھا۔ عنبر نے ڈاکو کو فرش پر کھڑا کر دیا اور پھر اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔

"تم نے میری بہن کو شاید تھپڑ مارا تھا۔ کیونکہ میں نے اس کے ہونٹوں پر جما ہوا خون دیکھ لیا ہے۔ تمہیں حساب برابر کرنا ہوگا۔"

اور یہ کہہ کر عنبر نے ڈاکو کے گال پر ایک ہلکا سا تھپڑ مارا۔ اس تھپڑ میں اتنی طاقت تھی کہ ڈاکو الٹ بازی کھا کر فرش پر دور جا گرا اور اس کا ایک دانت ٹوٹ گیا اور منہ سے خون جاری ہو گیا عنبر نے اسے گردن سے پکڑ کر اٹھایا اور کہا۔

"میں تمہیں ہلاک بھی کر سکتا تھا۔ تم نے میری طاقت کا اندازہ لگا لیا ہوگا۔ اگر تم نے میرے سوالوں کے ٹھیک ٹھیک جواب دیئے تو میں نہ صرف تمہیں اپنے پاس رکھوں گا بلکہ تمہارے خونی کپتان سے بھی تمہاری جان بچالوں گا۔ بولو۔ کیا کہتے ہو؟"

ڈاکو عنبر سے خوف کھا گیا تھا۔ بڑی نرم آواز میں اپنے ہونٹوں سے بہتا ہوا خون پونچھ کر بولا۔

"تم مجھ سے کیا پوچھنا چاہتے ہو؟"

عنبر نے عمارہ کے ہاتھ کی بھی رسیاں کھول دیں۔ دونوں ڈاکو کے سامنے بیٹھ گئے۔ عنبر نے پوچھا۔

"پہلے یہ بتاؤ کہ کپتان کِڈ تمہیں کس لئے ہلاک کرنا چاہتا ہے؟"

ڈاکو نے گردن ہلا کر کہا۔ "شاید اس لئے کہ میں نے اپنے ایک ساتھی کو قتل کر دیا ہے۔"

عمارہ نے کہا "تم اصل بات چھپا رہے ہو۔"

عنبر نے کڑک کر کہا۔ "اگر تم نے سچی بات ہمیں نہ بتائی تو میں ابھی تمہاری گردن اتار دوں گا۔"

عنبر ڈاکو کی طرف بڑھا تو اس نے جھٹ کہا۔

"ٹھہرو۔ ابھی بتاتا ہوں۔ لیکن ایک شرط پر۔"

"کون سی شرط؟" عمارہ نے پوچھا۔

ڈاکو نے کہا۔ "خزانے کی دولت ہم تین حصّوں میں تقسیم کر کے آپس میں بانٹ لیں گے۔"

عنبر نے تعجب سے پوچھا۔ "کونسا خزانہ؟"

پھر ڈاکو نے بتایا کہ کپتان کِڈ نے جزیرے میں خزانہ دفن کیا ہے اور وہ اس کے پیچھے اس لئے لگا ہوا ہے کیونکہ وہ خزانے کی جگہ سے واقف ہے۔ عنبر اب ساری بات سمجھ گیا تھا۔ اس نے عمارہ کی طرف مسکرا کر دیکھتے ہوئے کہا۔

"عمارہ بہن! سات برس تک اس جزیرے پر دُکھ درد سہنے کے بعد تمہیں تمہارا انعام مل گیا۔ یہ خزانہ تمہارا ہوگا۔" ڈاکو نے غرا کر کہا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"ہم اسے برابر برابر تقسیم کریں گے۔"

عنبر نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

"کیوں نہیں۔ برابر برابر ہی بانٹیں گے۔ اچھا اب یہ بتاؤ کہ یہ جزیرہ کس سمندر میں ہے اور یہاں سے قریبی ملک کون سا ہے؟"

ڈاکو بولا۔ "یہ جزیرہ بحرالکاہل اور بحر اوقیانوس کے سنگھم پر واقع ہے اور سب سے قریبی ملک براعظم افریقہ کا ساحل ہے۔"

وہ یہ باتیں کر ہی رہے تھے کہ جنگل میں بہت قریب فائر کی آواز سنائی دی۔ ڈاکو ایکدم دیوار کے ساتھ لگ گیا۔

"کیپٹن یہاں پہنچ گیا۔ حرامی!"

ڈاکو غصّے اور خوف سے دانت کٹکٹانے لگا۔ عنبر نے کہا۔

"گھبراؤ نہیں۔ اس خونخوار کپتان کی لاش اسی جنگل میں گدھوں کا نوالہ بنے گی۔ تم لوگ خاموشی سے یہاں بیٹھے رہو۔ میں نیچے جاتا ہوں۔"

عمارہ نے چلّا کر کہا۔ "نہیں عنبر! تم اپنی جان خطرے میں نہیں ڈالو گے۔"

عنبر مسکرایا۔

"کاش! میری جان بھی خطرے میں پڑ سکتی اب تو یہ حسرت ہی رہ گئی ہے دل میں۔"

اتنا کہہ کر عنبر نے رسّہ نیچے لٹکایا اور اتر گیا۔ اُس کے نیچے اترتے اترتے خونخوار کیپٹن کِڈ اپنے دونوں ڈاکوؤں کے ساتھ اس کے سر پر پہنچ گیا تھا۔ دونوں ڈاکوؤں نے بھاگ کر عنبر کو اپنے بازوؤں میں جکڑ لیا۔ کیپٹن کِڈ نے بھرا ہوا پستول عنبر کی پیشانی سے لگا کر ریچھ کی آواز میں دھاڑتے ہوئے کہا۔

"ہمارا ڈاکو کہاں ہے؟ بولو۔ بتاؤ۔ نہیں تو میں گولی چلا کر تمہاری کھوپڑی پاش پاش کر دوں گا۔"

عنبر نے بڑے اطمینان سے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اگر تم یہ چاہتے ہو کہ میں تمہارے کھوپڑی کے نشان والے جہاز پر قبضہ کر لوں تو گولی چلا دو۔ لیکن اگر تم نے اپنی جان اور اپنا جہاز بچانا چاہتے ہو تو یہ بتاؤ کہ تم نے لوگوں سے لوٹا ہوا خزانہ کہاں دفن کیا ہے؟"

غصّے سے کیپٹن کِڈ کا منہ لال ہو گیا۔ اس کے ہونٹوں سے جھاگ نکلنے لگا۔ اس قسم کی بات اس سے کبھی کسی نے نہیں سُنی تھی۔ یہ اس کی بہت بڑی بے عزتی تھی۔ اس نے آؤ دیکھا نہ تاؤ پستول کا گھوڑا دبا دیا۔ اوپر عمارہ یہ سب کچھ دیکھ رہی تھی۔ پستول کے دھماکے کے ساتھ ہی اس کی چیخ بلند ہوئی۔ اس کو تو یقین تھا کہ عنبر مر گیا۔ لیکن وہاں ایک اور ہی ڈرامہ دیکھنے کو ملا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اس ڈرامے نے خونی کپتان، دونوں ڈاکوؤں اور عمارہ کو بھی اس قدر حیرت میں گم کر دیا کہ ان کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ کیونکہ عنبر اپنے سر میں پستول کی پوری گولیاں کھانے کے بعد بھی اپنی جگہ پر کھڑا مسکرا رہا تھا۔

"احمق کپتان! تم نے اب وہ شئے اپنی آنکھوں سے دیکھ لی جو میں تمہیں نہیں دکھانا چاہتا تھا۔"

خونی کپتان نے جھٹ تلوار کھینچی اور عنبر کے پیٹ پر پوری طاقت سے وار کیا۔ یہ دوسرا حملہ تھا جس کے نتیجے میں وہ سارے کے سارے اور زیادہ حیرت زدہ ہو کر رہ گئے۔ تلوار عنبر کے پیٹ پر لگی تو ٹن کی آواز پیدا ہوئی اور تلوار ٹوٹ کر دو ٹکڑے ہو گئی۔ عنبر نے کپتان کے ہاتھ پر زور سے ہاتھ مارا۔ تلوار کا ٹوٹا ہوا حصہ اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر دور جا گرا۔ عنبر نے کپتان کو تو کچھ نہ کہا لیکن اس کے ساتھی ڈاکوؤں کی گردنیں پکڑ کر انہیں آپس میں اس قدر زور سے ٹکرایا کہ ان کی کھوپڑیاں کھل گئیں اور بھیجے بکھر گئے۔

دونوں ڈاکو بے جان لاشوں کی طرح زمین پر گرے ہوئے تھے۔ عنبر اپنی ساری خفیہ طاقتوں کے ساتھ کھل کر سامنے آ گیا تھا۔ اس نے کپتان سے بلند آواز میں کہا۔

"کیا اب بھی تم زندہ رہنا نہیں چاہتے؟"

کپتان کڈ نے بڑی مکاری سے کام لیتے ہوئے کہا۔

"تم جیت گئے اے جادوگر نوجوان! ضرور تمہارے پاس افریقہ کا کالا جادو ہے۔ میں تمہارے آگے ہتھیار ڈالتا ہوں۔ تم میرے خزانے پر قبضہ کر سکتے ہو۔ آؤ میرے ساتھ میں تمہیں بتاتا ہوں کہ میں نے خزانہ کس جگہ دفن کیا ہے۔"

اب اوپر والا ڈاکو بھی نیچے آ گیا۔ عمارہ بھی نیچے اتر آئی تھی۔ یہ سب لوگ جنگل میں اس طرف روانہ ہو گئے۔ جہاں خزانہ دفن تھا۔ خونی کپتان کھا جانے نظروں سے ڈاکو کو دیکھ رہا تھا۔ جنگل میں کافی دور تک سفر کرنے کے بعد جب خونی کپتان خزانے کی جگہ کے قریب پہنچا تو اچانک آتش فشاں پہاڑ دھاڑ اٹھا۔ ایک بھیانک گرج فضا میں بلند ہوئی اور اس کے ساتھ ہی زمین بڑے زور سے ہلنے لگی۔ زمین کو ایسا جھٹکا لگا کہ وہ سب زمین پر گر پڑے۔ ایک اونچا درخت ٹوٹ کر ان کے اوپر آن گرا۔ عنبر نے عمارہ کو پکڑ کر دوسری طرف گرا دیا۔

درخت ڈاکو کے اوپر گرا اور وہ کچلا گیا۔ خونی کپتان بچ گیا تھا۔ اس نے یہ موقع غنیمت جانا اور بھاگ کر جنگل میں گم ہو گیا۔ عنبر عمارہ کو سنبھال رہا تھا کہ اس نے دیکھا خونی کپتان غائب ہے۔ وہ اس کے پیچھے بھاگنے لگا تو اسے خیال آیا کہ وہ ڈاکو مر رہا ہے۔ جس کو خزانے کی جگہ علم ہے۔ ڈاکو درخت

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کے نیچے کچلا جا چکا تھا۔ اس میں کوئی کوئی دم باقی تھا۔

زلزلے کے جھٹکے اب کم ہو گئے تھے۔ آتش فشاں ایک بار پھر پھٹ کر خاموش ہو گیا تھا۔ لیکن اس سے گرنے والے لاوے کے کھولتے دریا نے اردگرد کے جنگل میں ایک بار پھر آگ لگا دی تھی۔ عنبر نے جھک کر ڈاکو کا سر اپنے زانو پر رکھ لیا۔ ڈاکو آہستہ آہستہ بڑبڑا رہا تھا۔ وہ خزانے کا نقشہ بتا رہا تھا۔ عنبر نے اس کے ہونٹوں کے ساتھ اپنا کان لگا دیا۔

"پچاس قدم۔ پہاڑی۔ نیلے پھولوں کی جھاڑی۔ پتھر۔ گول پتھر۔ گول ——"

ایک ہچکی آئی اور ڈاکو کی روح اس کے جسم سے پرواز کر گئی۔

عمارہ بھی عنبر کے قریب آ کر کھڑی ہو گئی تھی۔ وہ سخت پریشان تھی۔ زلزلے نے اس کے حواس گم کر دیئے تھے۔ وہ بار بار عنبر سے کہہ رہی تھی۔

"ہمیں خزانہ نہیں چاہیے عنبر! خدا کے لئے یہاں سے نکل چلو۔ اس جزیرے سے نکل چلو۔ یہ جزیرہ غرق ہونے والا ہے۔"

عنبر نے کہا: "اس نے مرتے مرتے خزانے کی کچھ نشانیاں بتائی ہیں۔ میرے ساتھ آؤ۔ فکر نہ کرو۔ جزیرہ ابھی غرق نہیں ہو گا۔"

وہاں سے عنبر پچاس قدم شمال کو گیا۔ آگے ایک چھوٹی سی

پہاڑی آ گئی۔ اس کے بائیں جانب نیلے پھولوں والی ایک اونچی جھاڑی اُگی ہوئی تھی۔ اس کے قریب ہی گول گول پتھروں کا ڈھیر پڑا تھا۔ عنبر نے کہا۔

"یہی وہ جگہ ہے جہاں خزانہ دفن ہے۔"

اس نے ایک جگہ سے پتے ہٹائے تو نیچے سے تازہ کھدی ہوئی مٹی نکل آئی۔ عنبر نے مٹی ہٹانی شروع کر دی۔ نیچے سے گڑھا نکل آیا اور خزانے کے صندوق کا ایک حصہ نظر آیا۔ عنبر نے خوش ہو کر کہا۔

"عمارہ! یہ دیکھو خزانہ!"

ابھی یہ الفاظ اس کے منہ میں ہی تھے کہ زلزلے کا ایک ایسا جھٹکا آیا کہ عنبر اور عمارہ اُچھل کر گڑھے سے دس قدم دُور جا گرے۔ ایک خوفناک آواز کے ساتھ زمین پھٹ گئی اور خزانے کے صندوق ہزاروں فٹ نیچے زمین کے اندر چلے گئے۔ اگر عنبر اور عمارہ اس جگہ کھڑے ہوتے تو شاید وہ بھی خزانے کے ساتھ ہی زمین کے اندر دفن ہو گئے ہوتے۔ سارے کا سارا جزیرہ جھولے کی طرح ہل رہا تھا۔ عمارہ خوف سے چیخ رہی تھی۔ عنبر نے اُسے اپنے کندھوں پر اٹھایا اور پوری طاقت کے ساتھ جنگل کے درختوں میں ایک طرف بھاگنا شروع کر دیا۔

بھونچال کے جھٹکے اسے دائیں بائیں جھولا جھلا رہے تھے۔ مگر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

عنبر اپنی طاقت کے ذریعے اپنا توازن ٹھیک رکھے ہوئے بھاگے چلا جا رہا تھا۔ آخر وہ عمارہ کو لے کر جنگل سے باہر نکلنے میں کامیاب ہو گیا۔ سمندر میں بھی طوفان آیا ہوا تھا۔ پہاڑ ایسی لہریں اٹھ اٹھ کر ساحل سے ٹکرا رہی تھیں۔ اور چٹانیں اپنی جگہ سے اکھڑ اکھڑ کر گر رہی تھیں۔ جزیرے کے جنوب میں آتش فشاں پہاڑ کے لاوے نے آگ لگا رکھی تھی۔ یہ آگ سارے جنگل میں پھیل رہی تھی۔ درخت ٹوٹ ٹوٹ کر جڑوں سے اکھڑ اکھڑ کر گر رہے تھے۔ عنبر نے عمارہ کو ریت پر اتار کر کہا۔

"میرے ساتھ بھاگو!"

وہ عنبر کے ساتھ ساتھ بھاگنے لگی۔ بھونچال کا زور کم ہو گیا تھا لیکن آگ بڑی تیزی سے سارے جنگل کو اپنی لپیٹ میں لے رہی تھی۔ پہاڑ میں رہ رہ کر دھماکے ہو رہے تھے اور لاوا کئی کئی ہزار فٹ اوپر اچھل کر کھولتا ہوا، دہکتا ہوا، سسکارتا ہوا جنگل کے درختوں پر گر رہا تھا اور آگ لگاتا، آگ پھیلاتا جا رہا تھا۔ عنبر عمارہ کو لے کر اس جگہ پہنچنے میں کامیاب ہو گیا جہاں اس نے ڈاکوؤں کی اغوا کی ہوئی کشتی چھپا رکھی تھی۔ اس نے کشتی کو کھینچ کر سمندر میں ڈالا۔ عمارہ کو اٹھا کر کشتی میں بٹھایا ہی تھا کہ جنگل میں سے لاوے کا کھولتا ہوا گرم آگ کے شعلے بلند کرتا ہوا دریا بڑی تیزی سے بہہ کر اسکی طرف آنے لگا۔

عمارہ خوف سے بے ہوش ہو گئی۔

عنبر نے چپو نکال کر کشتی کو پوری طاقت سے کھینا شروع کیا۔ لاوے کا دریا، آگ کا دریا سمندر میں آ کر گرا تو ایک اور دھماکہ ہوا اور سمندر کی اگلی لہریں بخارات اڑاتی اُبلتی ہوئی پیچھے کو دوڑیں۔ عنبر اس دوران میں کشتی کو سمندر میں کافی دُور لے گیا تھا۔ کشتی چھوٹی اور ہلکی تھی۔ وہ واپس جاتی ایک بڑی لہر کے ساتھ ہی ساحل سے کافی دور نکل گئی عنبر تیز تیز چپو چلا کر کشتی کو کھلے سمندر میں لے آیا۔ اُس نے جزیرے کی طرف دیکھا۔ وہاں سوائے آگ کے شعلوں کے اور کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ دُور سمندر میں کافی فاصلے پر بحری ڈاکوؤں کا جہاز واپس جا رہا تھا۔

خونی کیپٹن کِڈ سمندر میں تیر کر اپنے جہاز پر پہنچ گیا تھا۔

عمارہ کشتی میں بے ہوش پڑی تھی۔ آگ میں لپٹا ہوا جزیرہ اب دُور سے ایک دہکتا ہوا انگارہ لگ رہا تھا۔ کشتی سمندر میں کسی نہ معلوم ساحل کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد بحری ڈاکوؤں کا جہاز بھی نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ اور پھر جزیرے کا دہکتا ہوا انگارہ بھی دکھائی دینا بند ہو گیا۔ عنبر نے اب غور کیا تو اُسے محسوس ہوا کہ اس کے پاس عمارہ کو پلانے کے لئے نہ تو پانی ہے اور نہ کوئی پھل کہ جس

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سے وہ اپنی بھوک مٹا سکے۔ کیونکہ ابھی کچھ اندازہ نہیں تھا کہ انہیں کب تک سمندر میں بے یار و مددگار سفر کرنا پڑے۔

دن غروب ہونے لگا۔ عنبر نے عمارہ کے منہ پر پانی کے چھینٹے مارے۔ اُسے ہوش آگیا۔ مگر اس کی آنکھوں سے اب بھی وحشت ٹپک رہی تھی۔ اس نے چاروں طرف سمندر ہی سمندر دیکھا تو ایک بار پھر غش کھا کر عنبر کی گود میں گر پڑی۔ عنبر نے اُسے بڑے آرام سے کشتی میں ایک طرف لٹا دیا اور خود چپو چلانے شروع کر دیئے۔ سورج ڈوب گیا۔ سمندر پر رات کا اندھیرا چھا گیا۔ سیاہ کالے سمندر کے آئینے میں ستاروں کا عکس جھلملانے لگا۔ عنبر نے چپو ایک طرف رکھ دیئے اور ٹیک لگا کر سوچنے لگا کہ اس کی منزل کہاں ہوگی؟ اُسے ایک بار پھر ناگ اور ماریا کا خیال ستانے لگا جو پیرس کے ہوٹل میں عنبر کا انتظار کر رہے تھے اور جن کے بارے میں عنبر کو کچھ بھی معلوم نہیں تھا۔ خدا خدا کر کے صبح ہوئی۔ عمارہ ابھی تک سو رہی تھی۔ سورج کی پہلی روشنی کے ساتھ ہی عنبر نے دُور ایک بادبانی جہاز کو اپنی طرف آتے دیکھا تو سوچنے لگا کہ کہیں یہ بھی بحری ڈاکوؤں کا جہاز نہ ہو۔

- وہ جہاز کن کا تھا؟
- عنبر اور عمارہ کا سمندری سفر کہاں جا کر ختم ہوا؟
- ناگ اور ماریا پر پیرس میں کیا گذری؟
- وہ عنبر سے کن حالات میں آکر ملے؟

ان سوالوں کے جواب آپ کو اسی سیریز کی قسط نمبر ۸ "سانپ کا انتقام" میں ملیں گے۔

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ناگ ماریا اور عنبر کی واپسی

۲۵- ۹۹ سیڑھیوں کا راز (سلور جوبلی نمبر) ۱۵/-
۲۶- عنبر پہاڑی کی کوٹھڑی میں ۹/-
۲۷- ماریا اور جادوگر سانپ ۵/-
۲۸- نقلی ناگ کی سازش ۵/-
۲۹- بابل کی بدروحیں ۴/-
۳۰- قبر کی دلہن ۷/۵۰
۳۱- آدھا گھوڑا آدھا انسان ۷/۵
۳۲- ناگ ناگن مقابلہ ۶/-
۳۳- ایک آنکھ والی عورت ۶/-
۳۴- مُردوں کی شہزادی ۶/-
۳۵- سانپوں کا دربار ۶/-
۳۶- قبر اور ڈھانچہ ۶/-
۳۷- عقرب دیوتا کا پجاری ۶/-
۳۸- کٹا ہوا زندہ ہاتھ ۶/-
۳۹- عنبر لاہور میں ۶/-
۴۰- چڑیلوں کی ملکہ (خاص نمبر) ۱۰/-
۴۱- مُردہ ہونٹ اور ماریا ۸/-
۴۲- رات کا کالا کفن ۶/-
۴۳- کھنڈرات کی بدروحیں ۶/-
۴۴- ممباطوش اور ناگ ۶/-
۴۵- ماریا سونے کی مورتی ۶/-
۴۶- ناگ غائب ہو گیا ۷/۵۰
۴۷- خون کی آبشار ۷/۵۰
۴۸- شیشے کی آنکھ پتھر کا دل ۷/۵۰
۴۹- خونی لومڑی ۷/۵۰
۵۰- کھوپڑی ۷/۵۰